پیغامِ حبیب

عبدالحی الوصنیفی

مکتبہ فیضِ مصطفیٰ ○ باغبانپورہ لاہور

مسلمان عورت کیلئے انمول تحفہ

پیغامِ حیاء

جس میں ایک مسلمان عورت کو صحیح اسلامی زندگی اپنانے کا درس دیا گیا ہے۔ قرآن و احادیث سے پردہ کی اہمیت پر نہایت آسان طریقے سے روشنی ڈالی گئی ہے۔

مُصنّفہ

مولانا قاضی عبدالخالق صدیقی

مہتمم درسگاہ فیضِ مصطفےٰ دار العلوم جامعہ کریمیہ انگوری بکیم نمبر ۲

باغبانپورہ ، لاہور فون ۳۳۴۷۷۲

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب ———— "پیغامِ حیاء"

مصنف ———— مولانا عبدالخالق صدیقی

کاتب ———— محمد افضل مخدوم

پریس ————

قیمت ———— [illegible]/- روپے

تعداد ———— ۵۰۰

ایڈیشن ————

معاون ————

صاحبزادگان: عبدالمالک صدیقی۔ عبدالباسط صدیقی
عبدالماجد صدیقی۔ عبدالناصر صدیقی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ للہِ ربِّ العالمین ۔ والعاقبۃُ للمتّقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ سیّد المرسلین محمدٍ وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین ۔ اما بعد۔

بندہ کمترین ومسکین قاضی محمد عبدالخالق صدیقی عرض گذارش مدعا نگاہ رہے کہ ایک روز میرے شفیقان یوسف جہاں مخلصان مہربانان نے بار بار مجبور کیا کہ ایسا رسالہ لکھوں جس میں صرف اور صرف پردہ کے مسائل بیان ہوں۔ یہ سن کر نہایت متفکر ومتحیر ہوا کہ اوّل تو میں اس امر کا اہل ہی نہیں بکلِّ فنٍ وجال دوسرے بوجہ سلسلہ تدریس عدیم الفرصت ہوں۔ مگر چونکہ ان حضرات کی خاطر داری اور اپنی مذہبی اور تبلیغی ذمہ داری کا احساس تھا، لہذا ربیع الاول شریف میں شروع کر کے جو کچھ ذہن میں آیا، ہدیہ بزرگان دین اور عامۃ المسلمین پیش کر دیا۔ دل میں یہ ہمت تھی اَلابتداءُ منّی والاتمام من اللہِ مدِّخیال کر کے رسالۂ مذکورہ میں چند باتیں پیش کی ہیں۔ جن کا نام "پیغامِ حیاء" رکھ کر ہدیۂ ناظرین کر دیا۔ اب ناظرین کرام سے امید ہے کہ لازمۂ بشریت سے بمقتضائے اَلانسانُ مرکّبٌ من الخطاءِ والنسیان کہیں لغزش نظر آئے تو اس کو کام میں نہ لائیں اور مجھے ہمدرد محبوب کو دعائے خیر سے یاد فرمائیں۔ والسلامُ منّی ومن الاحباب من یقرء ہٰذا الکتاب ۔

فقط

ابوعبدالباسط قاضی محمد عبدالخالق صدیقی

اے خاصۂ خاصانِ رُسل وقتِ دُعا ہے
اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

آہ !

یورپ کا تمدن، یورپ کی تہذیب اور یورپ کی معاشرت ایک فتنہ بارگھٹا بن کر سارے عالم پر چھائی ہوئی ہے اور اکثر ممالک میں یہ اپنے اجتماعی و معاشی مقاصد کا مینہ برسا رہی ہے۔ قرائن سے پایا جاتا ہے کہ ان بارانِ فیشن سے عنقریب ایک عالمگیر باب پیدا ہو کر دنیا کے ہر کونے کو گھیرے گا اور دنیا کے امن و امان کے ساتھ اسلامی عفت کو اور حیا، و تقویٰ کو شاید بہالے جائے گا۔

یورپ نے عورت کو جو خلافِ فطرت آزادی دے رکھی ہے، اس کے واسطے بے نقاب اور بے حجاب باہر چلنا پھرنا، تنہا سیر و سفر کرنا اور غیر مردوں کے ساتھ اختلاط و تخلیہ، مکالمت اور مصافحہ و معانقہ کرنا جائز رکھا ہے۔

آج دُوسری قوموں کے دلوں میں بھی اس کی ریس پیدا ہوتی جا رہی ہے۔ اکثر ترکی نے کلیتاً اور صاف طور پر یہ مراسم اپنی معاشرت میں داخل کر لئے ہیں۔ مصر مدت سے اس منزل کی طرف آ رہا ہے۔ ایران بھی اس راہ پر چل پڑا اور افغانستان کے شاہی خاندان تو اس مراسم پر تخت و تاج بھی قربان کر بیٹھے۔ یہ تازہ فتنہ ہندوستان میں بھی رنگ لائے بغیر نہ رہا۔ چنانچہ اعلیٰ اور متوسط مسلمانوں کی یہ حالت ہے کہ جن معزز گھرانوں کی عورتیں کبھی گھر کی دہلیز میں قدم رکھنا بھی شیوہ حیا کے

خلاف سمجھتی تھیں، آج اُن کی نوجوان بہو بیٹیاں کھلے بندوں عین بازاروں میں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں جس گھر میں ایک پنجسالہ اجنبی لڑکے کی بازیابی بھی غیرت کے منافی سمجھی جاتی تھی آج اُن کی عورتیں بیس سالہ نوجوان اجنبی لڑکے کے ساتھ بازو ملا کر بازار میں بے حجاب چلنے پر فخر سمجھتی ہیں۔

افسوس کہ تقلیدِ فرنگ کے شائقین کو کچھ خبر نہیں کہ ہم جس راہ پہ چل رہے ہیں وہ بجائے کعبہ و مدینہ کے ترکستان کو نہیں بلکہ فرنگستان کو جا رہا ہے۔ وہ تہذیب کے بجائے قومیت کی تباہی اور تاریکی پہ مبنی ہے۔ لیکن یہ معلوم نہیں کہ یہ اس سے نہ صرف اپنے دین و مذہب سے بیگانہ ہو جائیں گے بلکہ ان کی غیرت مند نسلیں بھی نیست و نابود ہو جائیں گی۔

اسلامی شان و شوکت کا آفتاب اس وقت بلندی پہ درخشاں تھا، جب مسلمان اسلامی آداب سے سختی کے ساتھ لپٹے تھے۔ اور حیا سوز، گندے مراسم جو آج یورپ کی مایۂ ناز تہذیب میں داخل ہیں۔ اور مشرق کی گمراہ ناعاقبت اندیش اقوام نے ان کو واجب التقلید سمجھ لیا ہے

آہ ، ایک وہ زمانہ تھا کہ خلیفہ ہارون الرشید کی بیگم ملکہ زبیدہ خاتون کے متعلق اہلِ سیر نے لکھا ہے کہ ایک مرتبہ وہ اپنے محل میں سر کے بال کھولے بیٹھی تھی اتنے میں ایک خادم بے خبری میں کسی کام کے لئے اُدھر آیا تو بیگم کو برہنہ سر بیٹھے اس نے دیکھ لیا اور جھٹ پیچھے ہٹ گیا۔ زبیدہ نے خادمہ کے ذریعہ اس سے پوچھا کہ سچ سچ بتاؤ کہ تم نے ہمارے جسم کا کونسا حصہ دیکھا ہے۔ اُس نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا کہ صرف سر کے بال مجھ کو دکھائی دیتے تھے۔ زبیدہ نے اُسی وقت مشاطہ

کو بلا کر اپنے سر کے بال کٹوا دیئے۔ اور کہا کہ ہم کو اس چیز کا اپنے جسم پر رکھنا گوارا نہیں جس پر ایک غیر محرم کی نظر پڑ چکی ہو۔

آہ! ایک وہ اسلامی اقبال کا زمانہ تھا کہ مسلمان، حیا، حمیّت کے صحیح مسلک پر چلتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر ایک عورت غیور، مسلمان خاتون دیکھتی کہ اس کے سر کے بالوں پر نامحرم کی نظر پڑ چکی ہے تو وہ ان کو عزلہ نجاست سمجھ کر اپنے سر سے اتارنا ضروری سمجھتی تھی اور ایک آج قومی ادبار کا زمانہ ہے کہ اُن اقوام کی رسم و عادت کی تقلید کو مایۂ فخر و مباہات سمجھا جاتا ہے جن کے نزدیک شرم و حیاء کا مفہوم ہی نہیں جو اپنی عورتوں کا غیر محرم اجنبی مردوں کے ساتھ تخلیہ میں ملنا، بات چیت کرنا، ہاتھ ملانا اور خط و کتابت کرنا، ان کے ساتھ ناچنا، شریک سیر ہونا اور ان کے سامنے نہ صرف ہاتھ پاؤں اور چہرہ بلکہ سینہ اور پنڈلی تک برہنہ رکھنا جائز سمجھتے ہیں۔ یہ افسوسناک والم انگیز حالات ہیں جنہوں نے خاکسار کو ان چند اوراق کے مرتب کرنے پر آمادہ کیا۔ تاکہ ان شیدایان مراسم فرنگ پر ظاہر کیا جائے کہ وہ عورت کو ناجائز آزادی دلاتے کی سعی میں کس قسم کی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ اکبر الہ آبادی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں پر غیرت قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو میں نے آپ کے پردے کو کیا ہوا
بولیں وہ ہنس کر عقل پہ مردوں کے پڑ گیا

میرا خیال ہے کہ

واقعہ ہی یہی بات ہے کہ آج عورت کا پردہ مرد کی عقل پر پڑ گیا ہے۔ اگر یہ نہ ہو تو ضرور ہر آدمی اپنی اپنی کوشش کے مطابق کہ جس پر خدا نے اس کو حاکم مقرر کیا ہے اس پر پردے کا پورا پورا خیال کرتا۔ کیونکہ یہ صرف شرعاً ہی ضروری نہیں بلکہ کوئی بھی غیرت مند آدمی کبھی اپنی جوان بہو بیٹی کو کھلے منہ سر عام بازاروں میں پھرنا گوارا نہیں کر سکتا:

پردے کی مخالفت جن وجوہ کی بنا پر کی جاتی ہے وہ محض عارضی نوعیت ہی کے نہیں ہیں بلکہ دراصل ایک ثبوتی و ایجابی بنیاد پر قائم ہیں۔ ان کی بنا صرف یہی نہیں ہے کہ لوگ عورتوں کو گھروں میں رہنے اور نقاب کے ساتھ باہر نکلنے کو ناز واقتدار سمجھتے ہیں اور بس اسے مٹا دینا چاہتے ہیں۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ ان کے پیش نظر عورتوں کے لئے زندگی کا ایک دوسرا نقشہ ہے۔ تعلقات مرد و زن کے بارے میں وہ اپنا ایک مستقل نظریہ رکھتے ہیں۔ وہ چاہتے ہیں کہ عورتیں یہ نہ کریں بلکہ کچھ اور کریں اور "پردہ" پر ان کا اعتراض اس وجہ سے ہے کہ عورت اپنی خانہ نشینی اور روپوشی کے ساتھ نہ تو زندگی کا وہ نقشہ بنا سکتی ہے نہ کچھ اور کر سکتی ہے۔ اب ہمیں دیکھنا چاہیئے کہ کچھ اور کیا ہے۔ اس کی تہہ میں کونسے نظریات ہیں اور اصول ہیں۔ وہ بجائے خود کہاں تک درست اور معقول ہیں اور عملاً ان سے کیا نتائج برآمد ہوتے ہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ اگر ان کے نظریات اور اصولوں کو جوں کا توں تسلیم کر لیا جائے تب تو "پردہ" اور نظام معاشرت جس کا جزو "پردہ" ہے، واقعی

سراسر غلط قرار پایا جائے گا۔ لیکن ہم بغیر کسی تنقید اور بغیر کسی عقلی اور تجربی امتحان کے آخر کیوں ان کے یہ نظریات تسلیم کرلیں۔ کیا محض جدید ہونا یا محض یہ واقعہ کہ ایک چیز دنیا میں زور شور سے چل رہی ہو اس بات کے لئے یہ بالکل کافی ہے کہ آدمی کسی جانچ پڑتال کئے بغیر اس کے آگے سر تسلیم کرے یہ سراسر غلط ہے۔

اس رسالہ کی ضرورت کیا تھی؟

اس لئے ہوسکتا ہے کہ کسی نہ کسی اہل دل کو اس آہ و پکار سے اور مخلصانہ گذارش سے ہدایت آجائے اور اس غلط وبا سے بچ جائے، مگر ہمارا غالب ایمان یہ ہے کہ پیغمبری پیشگوئیوں کے مطابق اب وہ دورِ فتن آگیا ہے جبکہ تضاد کے تمدن اور معاشرت کا ہفت اقلیم میں سکہ چلنے لگے گا اور اسلامی آداب و مسائل و مراسم کا نام و نشان تک مٹنے کے قریب ہو جائے گا۔ ایسی حالت میں ظاہر ہے کہ ہماری یہ چیخ و پکار، رونا کرلانا اور دماغ سوزی بالکل بیکار ہوگی، مگر آج یورپ کی تقلید کا طوفان اس زور و شور سے چل رہا ہے کہ کوئی طاقت اس کی روک تھام نہیں کرسکتی۔ اہل قلم کا زور یہاں تحریر پر بھی بے بس ہے، شاعروں کی شعلہ بیانی غیر مؤثر ہے۔ واعظوں کے وعظ بے سود ہیں۔ اسی طرح ہماری چیخ و پکار بھی بے کار ہو کر رہ جائے گی۔ بس یہ ایک آواز جو ایک مختصر سی تالیف کی صورت میں اٹھائی جارہی ہے یہ ایک مایوس کی آخری آواز سمجھنی چاہیئے جو ایک کشتی کو غرق ہوتے دیکھ کر نجات کی کوشش کیلئے پکار رہا ہو۔ تاکہ قیامت کے دن ان لوگوں میں بارگاہ رب العزت کے

حضور شامل نہ ہو جن پر اپنی ملت کو برباد ہوتے دیکھنے اور خاموش رہنے کا الزام عائد ہو۔ پس اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین ثم آمین!

قرآن مجید میں پردے کے احکام

آیت نمبر ۱ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا ؕ

یعنی "اے ایمان والو! تم اپنے (خاص رہنے والے) گھروں کے علاوہ غیر گھروں میں داخل مت ہو، جب تک ان سے اجازت حاصل نہ کرلو اور گھر والوں کو سلام نہ کرلو۔"

طلب اجازت پہلے کی جائے یا کہ سلام، یہ اختلافی مسئلہ ہے آیت میں طلب اذن کا ذکر پہلے ہے۔ اس لیے کچھ لوگوں کا قول ہے کہ پہلے اذن داخلہ طلب کی جائے پھر سلام کیا جائے۔ لیکن یہ قول بلا دلیل ہے۔ واؤ عاطفہ کا یہ معنی ہے کہ دونوں کام کئے جائیں۔ پہلے پیچھے کس کو کیا جائے یہ واؤ سے نہیں معلوم ہوتا۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ کی قرأت میں تُسَلِّمُوْا کا لفظ تَسْتَاْنِسُوْا سے پہلے آیا ہے۔

اکثر علماء کا قول ہے کہ پہلے سلام کیا جائے۔ حضرت کلدہ بن حنبلؓ کا بیان ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا پہنچا۔ نہ اجازت داخلہ مانگی نہ سلام کیا۔ حضورؐ نے فرمایا واپس جاؤ اور واپس جا کر السلام علیکم کہو اور کہا میں اندر آسکتا ہوں۔ (رواہ ابو داؤد والترمذی)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جس نے پہلے سلام نہ کیا ہو اس کو داخلے کی اجازت نہ دو۔ (رواہ البیہقی شعب الایمان)

بغوی نے لکھا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے داخلہ کی اجازت طلب کی اور کہا کیا میں اندر آسکتا ہوں۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا، نہیں۔ ایک شخص نے آنے والے کو مشورہ دیا کہ پہلے سلام کر پھر اجازت طلب کرو۔ حسبِ مشورہ اس نے سلام کیا پھر اجازت طلب کی۔ حضرت ابن عمرؓ نے اجازتِ داخلہ دیدی۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر آنے والے کی نظر (گھر کے اندر) کسی آدمی پر پڑ جائے تو پہلے سلام کرے اور کوئی نظر نہ آئے تو طلبِ اجازت پہلے کرے پھر سلام کرے۔

حضرت ابوموسٰی اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما اپنی محرم عورتوں کے پاس (گھر کے اندر) آنا چاہتے تو ان سے بھی اجازتِ داخلہ کے طلبگار ہوتے تھے۔ حسن نے عطا بن یسار کی روایت سے بیان کیا ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، کیا میں اپنی ماں کے پاس بھی داخلے کی اجازت لے کر جاؤں، فرمایا ہاں۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ میں تو اس کے ساتھ رہتا ہوں۔ فرمایا، اس کے پاس جانے کے لئے اجازت طلب کر۔ اس نے عرض کیا حضورؐ میں تو اس کا خادم ہوں۔ فرمایا (پھر بھی) داخلے کی اجازت مانگ۔ کیا اپنی ماں کو برہنہ دیکھنا پسند کرے گا۔ اس نے عرض کیا، نہیں۔ فرمایا تو پھر اس سے داخلے کی اجازت مانگ"۔ (رواہ مالک)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر تم میں سے کسی کو بلوایا جائے اور وہ قاصد کے ساتھ آجائے تو یہی اس کے لئے اجازت ہے۔ رواہ ابوداؤد

دوسری روایت میں آیا، کسی کو بُلوانے کے لئے قاصد بھیجنا ہی اجازت ہوتی ہے۔

آیت نمبر ۲۔ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِيْهَآ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى يُؤْذَنَ لَكُمْ وَاِنْ قِيْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: "اگر تم مکانوں میں کسی کو نہ پاؤ (کہ تم کو اجازت دے) تو جب تک اجازت نہ ملے اندر نہ جاؤ۔ اور اگر تم سے کہہ دیا جائے لوٹ جاؤ تو لوٹ آؤ (داخل ہونے پر اصرار نہ کرو) یہ ہی تمہارے لئے پاکیزہ (عمل) ہے"۔

یعنی جب تک گھر والا آکر تم کو اجازت نہ دے دے اندر نہ جاؤ۔

بات یہ ہے کہ بغیر اجازت اندر داخل ہو جانے کی ممانعت کی وجہ صرف یہی نہیں ہے کہ بغیر اجازت داخلہ سے ننگا کھلا آدمی سامنے آجاتا ہے اور بے پردگی ہو جاتی ہے، بلکہ ایک وجہ ممانعت کی یہ بھی ہے کہ اس سے بعض ان باتوں یا چیزوں کا اظہار ہو جاتا ہے جن کو آدمی اور لوگوں سے چھپانا چاہتا ہے۔ پھر ممانعت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ دوسرے کی چیز میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا یوں بھی ممنوع ہے۔ ہاں اس مکان میں بغیر اجازت داخلہ کی ممانعت نہیں جس میں اچانک داخلہ کی کوئی معقول وجہ ہو مثلاً مکان میں چوری ہو رہی ہو یا آگ لگ رہی ہو

یا ڈھہ رہا ہو۔ یا اس میں کوئی ممنوع فعل ہو رہا ہو (مثلاً قتل ہو رہا ہو یا شراب فروخت ہو رہی ہو)۔

آگے فرمایا کہ دروازے پر کھڑا رہنے اور داخلے کے لئے اصرار کرنے سے بصورت انکار واپس چلا آنا تمہارے لئے پاکیزہ عمل ہے۔ اڑنا اور داخلہ کے لئے اصرار کرنا بُری بات ہے۔ اس میں شرف نفس کا ضیاع ہے۔

تین مرتبہ اجازت طلب کرنے کے بعد بھی اگر گھر والا اجازت نہ دے (اندر سے اجازت نہ ملے خاموشی رہے) تو اس کا حکم بھی انکار اور رجوع کی طرح ہے، یعنی لوٹ آنا چاہیئے۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میرے پاس ابو موسیٰ اشعری رض آئے اور کہا، مجھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آدمی بھیج کر بُلوایا (آدمی کہہ کر واپس چلا گیا) حسب الطلب میں حضرت عمر رض کے دروازے پر پہنچا اور تین بار (باہر سے) سلام کیا لیکن (اندر سے) حضرت عمر رض نے سلام کا جواب نہیں دیا، میں لوٹ آیا۔ (اب جو ملاقات ہوئی تو حضرت عمر رض نے مجھ سے جواب طلب کیا کہ تم کیوں نہیں آئے۔ میں نے جواب دیا، میں تو آیا تھا اور تین مرتبہ سلام کرنے کے بعد بھی جب سلام کا جواب آپ کی طرف سے نہیں ملا تو میں لوٹ گیا۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا تھا، اگر کوئی تم میں سے تین مرتبہ (داخلہ کی) اجازت طلب کرے اور اسے اجازت نہ ملے تو اُس کو لوٹ جانا چاہیئے۔ حضرت عمر رض نے فرمایا، اس ارشاد پر شہادت پیش کرو۔ (آپ لوگوں میں سے کوئی اس فرمان کا شاہد ہو تو میرے ساتھ چل کر شہادت دیدے) حضرت ابو سعید رض نے فرمایا، میں اُٹھ کھڑا ہوا اور اُن کے ساتھ جا کر حضرت عمر رض کے سامنے شہادت

دیدی۔ متفق علیہ

حضرت ابو ایوب انصاری رض کی مرفوع روایت ہے کہ "تسلیم" (جس کا حکم آیت میں دیا گیا ہے) یہ ہے کہ تین مرتبہ کہے السّلام علیکم، کیا میں اندر آ سکتا ہوں۔ اگر اجازت مل جائے تو اندر چلا جائے ورنہ لوٹ جائے۔

رواہُ ابن ماجہ۔

حسن رض نے کہا، پہلی مرتبہ (اجازت طلبی اور سلام) اطلاعِ آمد ہے اور دوسری مرتبہ سلام و اجازت طلبی ایک قسم کا مشورہ اور طلب امر ہے اور تیسری مرتبہ (الفاظ مذکور کہنا) واپسی کے لئے اجازت طلبی ہے۔ حضرت انس رض راوی ہیں کہ (ایک مرتبہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت سعد بن عبادہ رض کے پاس (ملاقات کے لئے) تشریف لے گئے اور (باہر سے) داخلے کی اجازت طلب کی اور فرمایا السلام علیکم ورحمۃ اللہ، حضرت سعد رض نے چپکے سے جواب دیدیا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں سنا۔ یہاں تک کہ آپ نے تین بار سلام علیک کی اور سعد رض نے ایسی آواز سے جواب دیا کہ حضور نہ سُن سکے۔ بالآخر آپ لوٹ آئے۔ اب سعد رض پیچھے دوڑے اور عرض کیا حضور! میرے ماں باپ آپ پر قربان۔ آپ نے جتنی بار سلام علیک کہی میں نے اپنے کانوں سے اس کو سنا اور جواب بھی برابر دیا، لیکن اپنا جواب آپ کو نہیں سنایا (اتنی پست آواز سے جواب دیا کہ آپ نہ سن سکیں۔ مجھے دل سے خواہش تھی کہ آپ کی طرف سے سلامتی اور برکت زیادہ سے زیادہ مجھے مل جائے (آپ برابر مجھے برکت و سلامتی کی دعا دیتے رہیں) اس کے بعد سب لوگ سعد رض کے گھر کے اندر داخل ہوئے۔ سعد رض نے کشمش پیش کی۔ حضور نے نوش

فرمائی اور کھانے سے فارغ ہو کر فرمایا، تمہارا کھانا نیک لوگوں نے کھایا اور ملائکہ نے تمہارے لئے نزولِ رحمت کی دعا کی اور روزہ داروں نے تمہارے پاس روزہ کھولا۔ رواہ البغوی فی شرح السنّت

حضرت ابن عباسؓ ایک انصاری کے دروازے پر طلب حدیث کے لئے جاتے اور انصاری کے برآمد ہونے کے انتظار میں دروازے پر بیٹھ جاتے، داخل ہونے کی اجازت طلب نہ کرتے۔ انصاری فرماتے اے رسول اللہؐ کے چچے کے بیٹے آپ نے مجھے اطلاع دیدی ہوتی۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہم کو اسی طرح طلب علم کا حکم دیا گیا ہے۔

اس سے ثابت ہوا کہ اگر کوئی کسی کے دروازے پر جائے اور اجازت داخلہ طلب نہ کرے بلکہ صاحب خانہ کے باہر نکلنے کے انتظار میں دروازے پر بیٹھ جائے تو جائز ہے۔

اسی طرح اگر کوئی کسی کے دروازے پر جائے اور اجازت طلب کرے اور دروازے پر پردہ نہ ہو تو دروازہ کے سامنے منہ کر کے کھڑا نہ ہو اور نہ دروازے کی جھریوں سے اندر جھانکے۔ جیسے حضرت عبداللہ بن بسرؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کے دروازے پر جاتے تو آپؐ دروازے کے بالکل سامنے منہ کر کے کھڑا نہیں ہوتے تھے بلکہ دائیں یا بائیں طرف کھڑے ہو کر فرماتے السلام علیکم، السلام علیکم۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانے میں گھروں (کے دروازوں) پر پردے نہیں ہوتے تھے۔ رواہ ابوداؤد۔

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہٗ راوی ہیں کہ ایک بار ایک شخص نے حجرے کے پردے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اندر جھانک

کر دیکھا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں کوئی لوہے کی نوکدار چیز تھی۔ حضورؐ نے فرمایا اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ مجھے دیکھ رہا ہے تو میں اس کی آنکھ میں اس کو چبھو دیتا۔ طلب اجازت کا حکم تو فقط نہ دیکھنے کے لئے ہی دیا گیا ہے۔ (جب دیکھ لیا تو طلب اجازت بیکار ہے)۔ (رواہ البغوی)

حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر کوئی شخص تمہاری اجازت کے بغیر تم کو جھانکے اور دیکھے اور تم کوئی کنکری اس کے پھینک مارو اور کنکری سے اس کی آنکھ پھوٹ جائے تو تمہارا کوئی جُرم نہیں۔ رواہ احمد والشیخان والصحیحین۔

آگے ارشاد ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بخوبی واقف ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جو تم کو حکم دئے جاتے ہیں ان کی کس قدر تعمیل کرتے ہو اور کتنی تعمیل نہیں کرتے۔

آیت نمبر ۳ : لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَكُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ

ترجمہ :۔ "(اجازت طلب نہ کرنے اور سلام نہ کرنے میں) تم پر کوئی گناہ (اس وقت تک) نہیں کہ تم غیر مسکونہ مکانوں میں داخل ہو جہاں تمہارا سامان (یعنی نفع کی چیز) ہو"۔

ابن ابی حاتم نے مقاتل بن حبان کا بیان نقل کیا ہے کہ جب گھروں میں داخل ہونے کے لئے اجازت طلب کرنے کا حکم نازل ہوا تو حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! قریش کے تاجر جو مکہ، مدینہ اور شام کے درمیان آتے جاتے ہیں، ان کا کیا ہو گا، سر عام ان کے (قیام اور اترنے

کے) مکان مقرر ہوتے ہیں جن کے اندر کوئی رہتا نہیں ہے (صرف راستہ میں کسی جگہ ٹھہرنے کے لئے قریش کے تاجر بنا کر چھوڑ دیتے ہیں) وہاں کس سے اجازتِ داخلہ مانگیں گے اور کس کو سلام کریں گے۔ اس پر مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔

بغوی نے لکھا ہے کہ جن بیوت میں بلا اجازت داخلے کا حکم آیتِ مذکورہ میں دیا گیا ہے ان سے مراد کونسے مکان ہیں۔ اس میں علماء کے مختلف اقوال آئے ہیں۔ قتادہ کہتے ہیں ان سے مراد وہ دکانیں، کوٹھڑیاں اور مکان ہیں جو قافلوں کیلئے بنا دئے جاتے تھے۔ قافلے آتے جاتے وہاں ٹھہرتے تھے اور اپنا سامان رکھتے تھے۔ ان مکانوں میں بغیر اجازت طلبی کے داخلے کو جائز قرار دیا گیا۔

ابن زید نے کہا۔ ان سے مراد وہ تجارتی کوٹھیاں اور دکانیں ہیں جو بازاروں میں ہوتی ہیں جہاں خرید و فروخت کے لئے لوگ داخل ہوتے ہیں یہی تفع کی چیز ہوتا ہے۔

ابراہیم نخعیؒ نے کہا بازاروں کی دکانوں میں داخل ہونے کی اجازت لینی ضروری نہیں۔ ابن سیرینؒ جب کسی دُکان پر جاتے تو فرماتے السّلام علیکم میں داخل ہو جاؤں، پھر (جواب کا انتظار کئے بغیر) داخل ہو جاتے تھے۔ عطاءؒ نے کہا، ویران کھنڈر مراد ہیں اور متاع سے مراد بول و براز کے لئے جانا مُراد ہے۔

بعض نے کہا وہ تمام مکان مراد ہیں جہاں کوئی باشندہ نہ رہتا ہو۔ کیونکہ اجازت طلبی کا حکم صرف اس لئے دیا گیا ہے کہ کسی ننگے کھلے پر نظر نہ پڑ جائے۔ جن مکانوں کے اندر کوئی رہتا نہ ہو ان کے اندر داخل ہونے

میں کسی برہنگی پر نظر پڑنے کا کوئی اندیشہ نہیں اس لئے اجازت طلب کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

آگے ارشاد ہے اللہ جانتا ہے جو کچھ تم ظاہر کرتے اور جو کچھ چھپاتے ہو یہ وعید ان لوگوں کے لئے ہے جو کسی فساد کی غرض سے یا لوگوں کو برہنہ دیکھنے کے لئے گھروں میں بلا اجازت داخل ہوتے ہیں۔

آیت نمبر ۴ : قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ يَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

ترجمہ :۔ ”اے محمدؐ! ایمان والوں سے فرما دیجئے کہ آنکھیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت کریں۔ یہ (آنکھیں بند کر لینا اور شرمگاہوں کی حفاظت رکھنا) ان کے لئے نہایت پاکیزہ اور نہایت مفید عمل ہے (اس میں زنا کا خطرہ بھی نہیں رہتا)۔ بلاشبہ اللہ کو سب خبر ہے جو کچھ لوگ کیا کرتے ہیں۔“

یعنی جس کی طرف دیکھنا جائز نہیں اس کو دیکھنے سے آنکھیں بند رکھیں حسن کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے (نامحرم کو) دیکھنے والے پر اور جس عورت کو دیکھا جائے اس پر۔ رواہ البیہقی فی شعب الایمان۔

مومنوں کو یہ حکم نہیں دیا گیا کہ کسی کو نہ دیکھیں سب کی طرف سے آنکھیں بند رکھیں، بلکہ جس کو دیکھنے کی اجازت نہیں اس کی طرف نظر اٹھانے کی ممانعت ہے بلکہ نامحرم کی طرف بالارادہ دوسری بار دیکھنے کی بندش ہے۔ پہلی مرتبہ جو بلا ارادہ نظر پڑ جائے اُس کا گناہ نہیں۔ حضرت بریدہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ

سے فرمایا، علیؓ! پہلی (بے ساختہ) نظر کے پیچھے (دوسری بالارادہ) نظر نہ کرنا، پہلی نظر تمہارے لیئے جائز ہے دوسری نظر مباح نہیں۔ رواہ احمد والترمذی وابوداؤد والدارمی۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ کا بیان ہے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اچانک نظر پڑ جانے کا مسئلہ دریافت کیا حضورؐ نے مجھے حکم دیا کہ نظر پھیر لیا کروں۔ رواہ مسلم

حضرت ابوامامہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو مسلمان کسی (اجنبی) عورت کی خوبصورتی پہلی مرتبہ (اچانک) دیکھ کر آنکھ بند کر لیتا ہے اللہ اس کے لئے عبادت میں احساس حلاوت پیدا کر دیتا ہے۔ رواہ احمد

آگے ارشاد ہے، اور اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت کریں۔ یعنی اپنی بیویوں اور باندیوں کے علاوہ دوسروں سے اپنی شرمگاہوں کو بچائے رکھیں۔

ابوالعالیہ نے کہا سوائے اس جگہ کے باقی جہاں بھی شرمگاہ کی حفاظت رکھنے کا حکم ہے وہاں زنا اور حرام سے حفاظت مراد ہے۔ صرف اسجگہ شرمگاہ کی حفاظت سے پردہ کرنا، چھپائے رکھنا تا کہ کسی غیر کی نظر نہ پڑے۔

بہز بن حکیمؒ کے دادا کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اپنی شرمگاہ کو سوائے اپنی بیوی اور اپنی باندی کے اوروں سے محفوظ رکھ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ اگر آدمی تنہائی میں ہو تو کیا حکم ہے؟ فرمایا اللہ زیادہ مستحق ہے اس بات کا کہ اس سے شرم کی جائے۔ رواہ الترمذی وابوداؤد وابن ماجہ۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، برہنہ ہونے سے بچو، تمہارے ساتھ (ہر وقت) ایسی ہستیاں رہتی ہیں جو تم سے کسی وقت الگ نہیں ہوتیں سوائے رفع حاجت کے وقت کے یا اس وقت کے جب کوئی شخص اپنی بیوی سے قربت کرتا ہے لہذا تم ان سے شرم کرو اور ان کی عزت کرو۔

پھر ارشاد ہوتا ہے یہ شرم و حیا پر قائم رہنا نہایت پاکیزگی اور فائدہ بخش ہے اور اللہ تعالیٰ کو بلا شبہ لوگوں کے اعمال کی پوری پوری خبر ہے۔

آیت نمبر ۵ :- وَقُل لِّلْمُؤْمِنَاتِ يَغْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوجَهُنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ وَلَا يُبْدِينَ زِينَتَهُنَّ إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ النِّسَاءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ○

ترجمہ :- "اور مومن عورتوں سے کہدیجئے کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت کریں اور اپنی زینت (کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس (مواقع زینت) میں سے (غالباً) کھلا رہتا ہے۔ اور اپنی اوڑھنیاں اپنے گریبانوں پر ڈال لیں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں کے لئے یا اپنے باپوں کے لئے یا اپنے شوہروں کے

باپوں کے لئے یا اپنے بیٹوں کے لئے یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے لئے یا اپنے بھائیوں کے لئے یا اپنے بھتیجوں کے لئے یا اپنے بھانجوں کے لئے یا اپنی عورتوں کے لئے یا ان باندیوں کے سامنے جوان کی مملوک ہیں یا ان مردوں پر جو طفیلی کے طور پہ رہتے ہوں یا ایسے لڑکوں پر جو عورتوں کے پردہ کی باتوں سے ناواقف ہیں۔ اور اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں کہ ان کا چھپا ہوا زیور (لوگوں کو) معلوم ہو جاتے اور توبہ کرو اللہ سے اے مسلمانو! تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔" ترجمہ ختم ہوا۔

مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو چاہئے کہ جس کو دیکھنا جائز نہیں اُس سے آنکھیں بند رکھیں۔ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ عورت کیلئے اجنبی مردوں کو دیکھنا مطلقاً ناجائز ہے۔ امام شافعیؒ کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اگر میلانِ شہوت نہ ہو تو عورت اجنبی مرد کا وہ حصہ دیکھ سکتی ہے جو ایک مرد دوسرے مرد کا دیکھ سکتا ہے۔ امام شافعیؒ نے اپنے قول کے ثبوت میں یہ حدیث پیش کی ہے کہ ایک بار حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس موجود تھیں کہ حضرت ابنِ ام مکتومؓ بھی آگئے (یہ واقعہ حکم حجاب نازل ہونے کے بعد کا ہے) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! تم دونوں پردے میں ہو جاؤ۔ (حضرت ام سلمہؓ کا بیان ہے) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا وہ نابینا نہیں ہیں۔ فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم اس کو نہیں دیکھ سکتیں۔" رواہ احمد و ابوداؤد والترمذی

امام ابو حنیفہؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی روایت مندرجہ ذیل سے استدلال کیا ہے کہ حجۃ الوداع کے سال قبیلہ خشعم کی ایک عورت آئی

اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ! بندوں پر اللہ نے جو حج فرض کیا ہے وہ میرے بوڑھے باپ پر (بھی عائد ہوتا) ہے۔ اور ایسے وقت میں (اس پر یہ فرض) عائد ہوا ہے کہ وہ بہت بوڑھا ہے، ٹھیک طرح سے سواری پر بیٹھ بھی نہیں سکتا۔ اگر میں اس کے بدل میں حج کر لوں تو کیا اس کیطرف سے ادا ہو جائے گا۔ فرمایا، ہاں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا، فضلؓ (جو اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے سوار تھے) اس عورت کو دیکھنے لگے اور وہ عورت بھی فضلؓ کی طرف دیکھ رہی تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فضلؓ کا منہ دوسری طرف پھیر دیا۔ الحدیث، رواہ البخاری

ترمذی نے حضرت علیؓ کی روایت سے یہ حدیث اسی طرح بیان کی ہے۔ اس روایت میں اتنا زائد ہے کہ حضرت عباسؓ نے کہا، آپ نے اپنے چچا کے بیٹے کا منہ موڑ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا، میں نے ایک جوان مرد کو (جوان عورت کی طرف) اور جوان عورت کو (جوان مرد کی طرف نظر کرتے) دیکھا۔ مجھے دونوں کے متعلق شیطان (کی مداخلت) کا اندیشہ ہُوا۔ اس روایت کو ترمذی نے صحیح کہا ہے۔

ابن قطان نے اس حدیث سے استنباط کیا ہے کہ اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو (عورت کا مرد کی طرف) نظر کرنا جائز ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو منہ چھپانے کا حکم نہیں دیا۔ اور اگر حضرت عباسؓ نظر کرنے کو جائز نہ سمجھتے تو سوال نہ کرتے۔ اور جو کچھ حضرت عباسؓ سمجھتے تھے اگر وہ درست نہ ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس پر حضرت عباسؓ کو قائم نہ رکھتے۔ دوسری حدیث حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت سے آئی ہے کہ جب ان کو ان کے شوہر نے طلاق دیدی تو رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان کو حضرت ابن ام مکتومؓ (نابینا) کے گھر میں ایام عدت بسر کرنے کا حکم دیا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت اجنبی نابینا مرد کو دیکھ سکتی ہے۔ یعنی میلانِ شہوت کا اندیشہ نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہے۔

ناف سے زانو تک عورت کو عورت نہیں دیکھ سکتی اور نہ مرد مرد کو۔ حضرت ابو سعید خدریؓ راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مرد، مرد کے ستر کو اور عورت عورت کے ستر کو نہ دیکھے۔ مرد، مرد کے ساتھ برہنہ ایک کپڑے میں نہ لیٹے اور عورت عورت کے ساتھ برہنہ ایک کپڑے میں نہ لیٹے۔ رواہ مسلم۔

اب ارشاد ہوتا ہے کہ اپنی شرمگاہوں کی نگہداشت کریں اور اپنی زینت (کے مواقع) کو ظاہر نہ کریں مگر جو اس (مواقع زینت) میں سے (غالباً) کھلا رہتا ہے۔ زینت سے مراد ہیں زیور، کپڑے، سنگھار یعنی سج دھج اور سنگھار کو بھی ظاہر نہ کریں۔ زینت کے اعضاء کا ظاہر نہ کرنا تو بدرجہ اولیٰ ضروری ہے۔

مَا ظَهَرَ سے مراد ہیں وہ چیزیں جو زیور وغیرہ کو استعمال کرتے کے وقت ظاہر رہتی ہیں جیسے کپڑے انگوٹھی وغیرہ۔ کہ ان کے چھپائے رکھنے میں بڑی دشواری ہے۔ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک چہرہ اور پہنچے تک دونوں ہاتھ ستر کے حکم میں داخل نہیں ہیں۔ ترمذی نے سعید بن جبیرؓ کی روایت سے حضرت ابن عباسؓ کا بھی قول نقل کیا ہے کہ مَا ظَهَرَ سے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں مراد ہیں۔ عطاء کی روایت میں حضرت عائشہؓ کی طرف سے بھی یہی قول نقل کیا گیا ہے۔ ایک اور روایت میں چہرہ اور ہتھیلیوں کیساتھ

قدموں کو بھی ستر سے خارج کیا گیا ہے۔

دونوں قدموں کا بھی ستر ہونا اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے، اللہ نے فرمایا ہے وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ "اپنے پاؤں اس طرح نہ ماریں کہ جو زینت وہ چھپاتی ہیں وہ معلوم ہو جائے۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ پازیب، جھانجن وغیرہ چھپی ہوئی زینت ہیں (اور باطنی زینت کو چھپانا لازم ہے) اس لئے پازیب وغیرہ کی جگہ یعنی قدموں کا اوپر والا حصہ بھی قابل ستر ہے۔

بیضاوی نے لکھا ہے کہ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آیت میں جس ستر کا حکم ہے اس کا تعلق صرف نماز سے ہے پردہ سے نہیں ہے، کیونکہ آزاد عورت کا سارا بدن واجب الستر ہے سوائے شوہر اور محرم کے عورت کے بدن کا کوئی حصہ دیکھنا کسی مرد کے لئے جائز نہیں۔ ہاں مجبوری ہو تو الگ بات ہے جیسے بیماری کا علاج یا ادائے شہادت وغیرہ

اگر نفسانی میلان کے اُبھار کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں سوائے خاص مجبوری کے چہرے کو دیکھنا بھی جائز نہیں۔ سخت مجبوری ہو تو خیر جیسے گواہ بننے، گواہی دینے اور قاضی کے سامنے جانے کی مجبوری ہو لیکن اگر نفسانی میلان کے اُبھار کا یقین نہ ہو بلکہ شبہ ہو کہ عورت کا چہرہ دیکھ کر شاید شہوانی اُبھار ہو جائے یا گمان غالب ہو کہ شہوت زور پکڑے گی تو چہرہ دیکھنا جائز نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، عورت (سر تا پا) عورت ہے۔ (یعنی قابل ستر ہے) جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کی تاک جھانک میں رہتا ہے۔ رواہ الترمذی عن ابن مسعود۔

یہ مندرجہ بالا حدیث بتا رہی ہے کہ عورت از سر تا پا واجب الستر ہے۔ ضرورتیں اس حکم سے باجماعِ امت مستثنیٰ ہیں۔ عورت کو بازار سے سودا سلف لانے والا نہ ملے تو یہ بھی ایک طرح کی ضرورت ہے، برقعہ پہن کر نکل سکتی ہے۔ راستہ دیکھنے کے لئے وہ ایک آنکھ کھلی رکھے۔ سر سے پاؤں تک چھپانے والا کپڑا نہ ملے تو جہاں تک ممکن ہو اور جو کپڑے میسّر ہوں وہی کپڑے پہن کر اور بدن کو چھپا کر باہر آسکتی ہے۔ کبھی علاج معالجہ کے لئے ڈاکٹر کے پاس جانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ کبھی گواہوں کے پاس اور کبھی عدالت میں حاکم کے پاس جانے کی مجبوری ہوتی ہے۔ ان سب صورتوں میں بقدرِ ضرورت پردے کا انکشاف درست ہے۔

چہرہ کھلا رکھنے کا ناجائز ہونا اس آیت سے بھی ثابت ہوتا ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ یعنی اے نبیؐ! اپنی بیبیوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیجئے کہ اپنی چادریں اپنے اُوپر اوڑھ لیا کریں۔" اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ اور ابو عبیدہؓ نے کہا، مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے سروں اور چہروں کو چادر سے ڈھانک لیا کریں تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ آزاد عورتیں ہیں، صرف ایک آنکھ کھلی رکھیں۔ رہا قبیلہ خثعم کی عورت کا واقعہ جس نے اپنے بوڑھے باپ کے عوض خود حج کرنے کا مسئلہ پوچھا تھا اور حضرت فضل بن عباسؓ اس کی طرف دیکھنے لگے تھے (تو اس سے عام حالات میں چہرہ کھلا رکھنا جائز ثابت نہیں ہوتا) کیونکہ یہ تو مسئلہ دریافت کرنے کی ضرورت کی وجہ سے تھا اور مجبوری کے وقت بہر حال چہرے کا پردہ نہیں رہتا۔ اسی حدیث میں رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلّم کا فضلؓ کے چہرے کو عورت کی طرف سے پھیر دینا خود بتا رہا ہے کہ نامحرم عورت کے چہرہ کی طرف دیکھنا ناجائز ہے۔

اس آیت کا حکم باجماعِ علماء آزاد عورتوں کے لئے مخصوص ہے، باندیاں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ ان کے لئے سر، چہرہ، کلائیاں، پنڈلیاں کھولنا جائز ہے۔ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک باندی کا واجب الستر حصہ ناف سے زانو تک مردوں کی طرح ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک باندی کا پیٹ اور پُشت بھی عورت (واجب الستر) ہے۔

آگے ارشاد ہوتا ہے کہ "اپنی اوڑھنیوں کا کچھ حصہ گریبانوں پر رکھ لیں۔"

بغوی نے لکھا ہے حضرت عائشہؓ نے فرمایا، سابق مہاجر عورتوں پر اللہ کی رحمت ہو جب اللہ نے آیت وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ نازل فرمائی تو انہوں نے اپنی چادریں پھاڑ کر ان کے خمار بنا لیے۔

پھر فرمایا "اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔" یعنی وہ زینت جس کو ظاہر کرنا ممنوع ہے اس کو ظاہر نہ کریں۔ مگر اپنے شوہروں کے لئے۔ زینت کا نقطۂ نظر تو شوہر ہی ہیں۔ اپنی بیویوں کے سارے بدن کو دیکھنا جائز ہے، یہاں تک کہ شرمگاہوں کو بھی۔ مگر شرمگاہوں کو دیکھنا مکروہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے جو شخص اپنی بیوی سے قربت کرے تو پردہ کر لے، دونوں گدھوں کی طرح ننگے نہ ہوں۔ رواہ الشافعی والطبرانی والبیہقی عن ابن مسعود وعن عتبہ بن عنبر والنسائی عن عبد اللہ بن سرجس والطبرانی عن ابی امامہ۔

ابن ماجہ نے لکھا ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا میں نے رسول اللہ علیہ وسلم کی شرمگاہ کبھی نہیں دیکھی۔

یا اپنے باپوں کے لئے۔ اسی طرح دادا، نانا، پردادا، پرنانا غرض کہ سارے اصول کا یہی حکم ہے۔

یا اپنے شوہروں کے باپوں کے لئے۔ شوہروں کے سارے اصول کا بھی یہی حکم ہے۔

یا اپنے بیٹوں کے لئے۔ پوتوں نواسوں اور تمام فروع کا بھی یہی حکم ہے۔

یا اپنے شوہروں کے بیٹوں کے لئے۔ شوہروں کی ساری نسل کا بھی حکم ہے۔

یا اپنے بھائیوں کے لئے۔ بھائی حقیقی ہوں یا علاتی۔

یا اپنے بھتیجوں کے لئے۔ بھتیجوں کے بیٹوں اور بھتیجیوں کے بیٹوں کا۔ غرض بھائیوں کی ساری فروع کا بھی حکم ہے۔

یا اپنے بھانجوں کے لئے۔ بہنوں کے پوتے نواسے بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔ مذکورہ بالا سب لوگ عام طور پر اپنی بزرگ یا خورد عورتوں کے گھروں میں ہر وقت آمد و رفت رکھتے ہیں اور عموماً کسی فتنہ کا اندیشہ نہیں ہوتا۔ اصول و فروع سے صنفی (جنسی) تعلقات کو طبعاً لوگ بُرا سمجھتے ہیں، پھر حیا اور شرم بھی دامن گیر ہوتی ہے۔ اسلئے مذکورہ بالا مردوں کے سامنے مذکورہ عورتوں کا آنا اور اپنی زینت کو ظاہر کرنا اللہ نے جائز قرار دیا۔ اور مردوں کے لئے مباح (جائز) کر دیا کہ خدمت کے وقت جو حصہ بدن کھلا رہتا ہے یا کھل جاتا ہے دیکھ سکتے ہیں۔ اور

سر، پنڈلیاں، بازو اور سینہ، پیٹ اور پشت کو دیکھنا جائز نہیں، نہ ہی ناف سے زانو تک کوئی حصہ دیکھنا جائز ہے۔ عام طور پر یہ حصے کام کے وقت بھی چھپے رہتے ہیں اور ان کو چھپا رکھنے میں کوئی تکلیف بھی نہیں ہوتی۔ یہ حکم ان مردوں اور عورتوں کے لئے ہے جو باہم محرم ہیں جن کے درمیان سلسلہ نکاح ہمیشہ کے لئے حرام کر دیا گیا ہے۔ خواہ حرمت نسبی ہو یا دودھ کی شرکت کی وجہ سے۔ آیت میں باپ کے بھائیوں اور ماں کے بھائیوں کا ذکر صراحت کے ساتھ نہیں کیا گیا کیونکہ آیت سے ان کا حکم وہی معلوم ہو جاتا ہے جو بھتیجوں اور بھانجوں کا ہے۔ اسی پر اہل علم کا اجماع ہے۔ کیونکہ جب پھوپھی اپنی زینت کا اظہار اپنے بھتیجے کے سامنے کر سکتی ہے۔ تو بھتیجی اپنے چچا کے سامنے زینت کا اظہار کرے تو جائز ہے۔ دونوں رشتے برابر کے ہیں۔ اسی طرح خالہ بھانجے کے سامنے جب اپنی زینت کا اظہار کر سکتی ہے تو بھانجی ماموں کے سامنے بھی اپنی زینت کو ظاہر کر سکتی ہے۔

یہ بھی احتمال ہے کہ چچاؤں اور ماموؤں کو صراحت کے ساتھ ذکر نہ کرنے سے اس طرف اشارہ ہو کہ چچا اور ماموں کے سامنے اظہارِ زینت نہ کرنا تقاضا احتیاط ہے۔ ممکن ہے کہ وہ ان کی زینت کو دیکھ کر اپنے بیٹوں کے سامنے ان عورتوں کی زینت کو بیان کر دیں۔ (حضرت مفسر کی توجیہ انتہائی باریک ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ چچا اور ماموں کا رشتہ اتنا قریب اور قوی ہوتا ہے کہ باپ، دادا اور نانا کے بعد اصول میں اور کسی سے اتنا رشتہ نہیں ہوتا۔ جب چچا اور ماموں کے اصول کا ذکر کر دیا تو خود ان کا ذکر بدرجہ اولیٰ ہو گیا۔ مترجم)

محرم عورت کے جس حصہ کو دیکھنا جائز ہے اس حصہ کو ہاتھ لگ جانا اور چھُو جانا بھی جائز ہے۔ سفر میں کبھی ایسا ہو جاتا ہے اور ضرورت پڑ جاتی ہے اور حرمتِ نکاح دوامی (یعنی ہمیشہ کے لئے) ہے اس لئے فتنہ کا اندیشہ نہیں۔ ہاں اگر اس سے اپنی یا محرم عورت کی نفسانی خواہش کے بیدار ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی حالت میں نہ محرم کی طرف دیکھنا جائز ہے نہ چھُونا اور ہاتھ لگانا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اور دونوں آنکھوں کا زنا (بُری نیت سے) دیکھنا ہے اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور ان کا زنا (بُری نیت سے) پکڑنا ہے۔ دوسری روایت میں ہے دونوں آنکھیں زنا کرتی ہیں اور دونوں ہاتھ زنا کرتے ہیں اور دونوں پاؤں زنا کرتے ہیں اور شرمگاہ زنا کرتی ہے۔ رواہ احمد والطبرانی عن ابن مسعودؓ۔

محرم عورتوں سے زنا کرنے کا جرم بہت ہی سخت ہے۔ اسلئے اگر ان کو دیکھنے اور چھونے سے نفسانیت کے بیدار ہو جانے کا اندیشہ کسی ایک طرف بھی ہو تو دیکھنے اور چھُونے سے پرہیز رکھے۔

یا اپنی عورتوں کے لئے۔ یعنی ایک عورت دوسری عورت کے سامنے اپنی زینت کا اظہار کرسکتی ہے خواہ وہ عورت مومنہ ہو یا غیر مومنہ، آزاد ہو یا باندی۔ کیونکہ ہر عورت دوسری عورت کی ہم جنس ہے اور نفسانی خواہشات کی بیداری کا عام طور پر خطرہ نہیں ہوتا۔ اور ناف سے زانو تک کا انکشاف ایک عورت دوسری عورت کے سامنے بھی (بغیر ضرورت خاص) نہیں کرسکتی۔

امام ابو حنیفہؒ کا ایک قول منقول ہے کہ عورت کا عورت کی

طرف دیکھنا ایسا ہی ہے جیسے مرد کا اپنی محرم عورتوں کی طرف دیکھنا۔

بعض اہلِ تفسیر نے لکھا ہے کہ نِسَآءِ ہِنَّ سے مراد مسلمان عورتیں ہیں (اپنی عورتیں یعنی اپنی ہم مذہب بہنیں) اس تفسیر پر مسلمان عورت کے لئے کسی غیر مسلم عورت کے سامنے اپنی زینت کا اظہار جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ غیر مسلمہ عورت اپنی نہیں ہے غیر ہے۔ غیر مسلمہ عورتوں کو مردوں کے سامنے مسلم عورتوں کے احوال بیان کرنے سے کوئی باک نہیں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، عورت عورت کے سامنے برہنہ نہ ہو کہ وہ جاکر اس طرح بیان کر دے کہ مرد کے سامنے وہ منظر آجائے۔

یا ان باندیوں کے سامنے جو ان کی مملوک ہیں۔ ابن جریجؒ کا قول ہے کہ نِسَآءِ ہِنَّ سے مراد ہیں مسلمان آزاد عورتیں اور مَا مَلَکَتْ اَیْمَانُھُنَّ سے مراد ہیں باندیاں، خواہ مسلمان ہوں یا نہ ہوں۔ غلام مراد نہیں ہیں۔ اس تشریح کے بموجب کسی مسلمان عورت کا کسی مشرک عورت کے سامنے اپنی زینت کا اظہار جائز نہ ہوگا۔ ہاں اگر باندی ہو خواہ مشرکہ ہی کیوں نہ ہو اس سے زینت کا اخفاء ضروری نہیں۔

یا اُن مردوں پر جو طفیلی کے طور پر رہتے ہوں اور ان کو ذرا توجہ نہ ہو۔ یعنی جن مردوں کو عورتوں کی طرف رغبت نہ رہی ہو، مراد ہیں۔ بہت بوڑھے، از کار رفتہ۔ ان کو تابعین اس لئے کہا گیا کہ یہ خود کمائی نہیں کرسکتے بلکہ گھر والوں کے تابع ہوتے ہیں تاکہ بچا کھچا کھانا ان کو مل جائے۔ حسن نے کہا وہ لوگ مراد ہیں جن کو انتشار نہ ہوتا ہو، عورتوں

سے قربت نہ کر سکیں اور نہ عورتوں کی رغبت ان میں باقی رہی ہو۔ حضرت
ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اس سے نامرد مراد ہیں۔

سعید بن جبیرؒ نے کہا ناقص العقل مراد ہیں عکرمہؒ نے کہا ذکر بریدہ مراد
ہیں۔ بعض نے کہا مخنث مراد ہیں۔ مقاتل نے کہا پیر فرتوت بہت بوڑھے
نامرد خصی اور ذکر بریدہ سب مراد ہیں۔

صحیح یہ ہے کہ خصی اور ذکر بریدہ نامحرم عورت کے معاملہ میں نر کا حکم
رکھتے ہیں۔ ہدایہ میں ہے خصی نر قابلِ جماع ہوتا ہے اور ذکر بریدہ کی
بھی یہی حالت ہوتی ہے، مس کر سکتا ہے، رگڑ سکتا ہے، اس کو انزال
ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ زنانہ جو بدفعلیوں میں مبتلا ہونے کی وجہ سے زنانہ
بن گیا ہو وہ بھی بدچلن مرد ہوتا ہے۔ یہ سب لوگ آیت قُل لِّلْمُؤْمِنِينَ
يَغُضُّوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ کے حکم میں داخل ہیں

اصلی فطری مخنث جس کے پاس آلہ مردانگی بھی ہوتا ہے اور شرمگاہ
نسوانی بھی، اگر اس میں نسوانی علامات ظاہر ہوں، مثلاً عورتوں کی طرح
پستان ہوں یا عورتوں کی مثل پستانوں میں دودھ اتر آتے یا حیض آتا
ہو یا حمل ہو یا شرمگاہِ نسوانی سے اس سے جماع کیا جا سکتا ہو تو ایسا خنثیٰ
عورت کے حکم میں ہے، ورنہ مرد کا حکم اُس پر لاگو ہوگا۔ عورتوں کے
لئے اس کے سامنے اظہارِ زینت جائز نہ ہوگا۔ اور اگر خنثیٰ مشکل ہے
تو محتاط طریقہ اختیار کیا جائے گا نہ وہ مردوں کے سامنے اپنا کشف
کر سکے گا نہ عورتیں اس کے سامنے اپنی زینت کو نمایاں کر سکیں گی۔
واللہ اعلم۔

اب ارشاد ہوتا ہے ایسے لڑکوں کے لئے جو عورتوں کے پردہ

کی باتوں سے ناواقف ہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ عورتوں کے پردے
کے مقام کو انہوں نے کھولا نہ ہو یا پردہ کی باتوں کی ان کو ابھی واقفیت
نہ ہوئی ہو۔ بہرحال مراد یہ ہے کہ حدِ شہوت کو ابھی نہ پہنچے ہوں، اور
اُن میں ابھی صلاحیت نہ پیدا ہوئی ہو۔

مجاہد نے کہا اتنے چھوٹے بچے مراد ہیں جن کو عورتوں کی کھلی اور
چھپی باتوں میں کوئی تمیز نہ ہو۔ وہ جانتے ہی نہ ہوں پردہ کی چیز کیا
ہوتی ہے۔ اول معنی مراد لینا زیادہ صحیح ہے کیونکہ جو بچے شعور و تمیز کو
پہنچ گئے ہوں حدِ شہوت کو نہ پہنچے ہوں ان کے سامنے عورت باقی حصہ
بدن کھول سکتی ہے۔ صرف ناف سے زانو تک نہیں کھول سکتی۔

پھر ارشادِ ربانی یوں ہوا کہ اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں کہ اُن کا
چھپا ہوا زیور (لوگوں کو) معلوم ہو جائے۔

ابن جریر نے حضرمی کی روایت سے بیان کیا کہ ایک عورت نے
چاندی کی دو پازیبیں بنوائیں اور ان میں گھنگھرو لگائے، پھر لوگوں کے
سامنے سے گذری اور پاؤں زمین پر پٹکے اور اس طرح گھنگھرو پازیب
سے ٹکرا کر بولے۔ اس پر یہ آیتِ مذکورہ بالا نازل ہوئی۔

بغوی نے لکھا ہے عورت جب چلتی تھی تو پاؤں زمین پر مارتی
تھی تاکہ پازیب کی آواز لوگ سُن لیں، اس کی ممانعت کر دی گئی کیونکہ
یہ حرکت مردوں کے دلوں میں اس عورت کی طرف میلان پیدا کرتی
تھی۔

بیضاوی نے لکھا ہے زیور کو ظاہر کرنے کی ممانعت سے زیادہ
زور اس بات میں ہے کہ زیور کی آواز پیدا ہونے سے ہی روک دی

مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ
وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۗ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ۗ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَ
لَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌ بَعْدَهُنَّ ۗ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۗ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَاِذَا بَلَغَ
الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۗ
كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ
النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ
ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ۗ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۗ وَاللّٰهُ
سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تم سے تمہاری ملکیت کے غلاموں کو اور انہیں بھی جو تم میں سے بلوغت کو نہ پہنچے ہوں اپنے آنے کی تین وقتوں میں اجازت حاصل کرنی ضروری ہے۔ نماز فجر سے پہلے اور ظہر کے وقت جبکہ تم اپنے کپڑے اُتار رکھتے ہو اور عشاء کی نماز کے بعد، یہ تینوں وقت تمہاری خلوت (تنہائی) اور پردہ کے ہیں۔ ان وقتوں کے سوا نہ تو تم پر کوئی گناہ ہے نہ ان پر، تم سب آپس میں ایک دوسرے کے پاس بکثرت آنے جانے والے ہو ہی۔ اللہ تعالیٰ اس طرح کھول کھول کر اپنے احکام تم سے بیان فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ پورے علم اور کامل حکمت والا ہے۔ اور جب تم میں سے بچے بھی بلوغت کو پہنچ جائیں تو جس طرح ان سے پہلے کے بڑے لوگ اجازت مانگ لیا کرتے ہیں انہیں بھی اجازت مانگ کر آنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ تم سے اسی طرح اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے، اللہ تعالیٰ ہی علم و حکمت والا ہے۔ بوڑھی

بڑی عورتیں جنہیں نکاح کی امید و خواہش ہی نہ رہی ہو وہ اگر اپنے بالائی کپڑے اُتار رکھیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں بشرطیکہ وہ اپنا بناؤ سنگھار ظاہر کرنے والیاں نہ ہوں۔ لیکن اگر ان سے بھی احتیاط رکھیں تو ان کے لئے بہت بہت افضل ہے۔ اللہ تعالیٰ سنتا اور جانتا ہے۔" (ترجمہ ختم ہوا)

اس آیت میں قریبی رشتہ داروں کو بھی حکم ہو رہا ہے کہ وہ بھی اذن حاصل کر کے آیا کریں۔ اس سے پہلے کی اس سورت کی شروع کی آیت میں جو حکم تھا وہ نامحرموں کے لئے تھا۔ پس حکم ہوتا ہے کہ تین وقتوں کے اندر غلاموں کو بلکہ نابالغ بچوں کو بھی اجازت مانگنی چاہیئے۔ صبح کی نماز سے پہلے کیونکہ وہ سونے کا وقت ہوتا ہے اور دوپہر کو جب کہ انسان دو گھڑی راحت حاصل کرنے کے لئے عموماً اپنے گھر میں بالائی کپڑے اُتار کر سوتا ہے اور عشاء کی نماز کے بعد، کیونکہ وہ بھی بال بچوں کے ساتھ سونے کا وقت ہے۔ پس تین وقتوں میں نہ معلوم انسان بے فکری سے اپنے گھر میں کس حالت میں ہو۔ اس لئے گھر کے لونڈی غلام اور چھوٹے بچے بھی بے اطلاع ان وقتوں میں چپ چاپ نہ گھس آئیں۔ ہاں ان خاص وقتوں کے علاوہ انہیں آنے کے لئے اجازت مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا آنا جانا تو ضروری ہے بار بار کے آنے جانے والے ہیں۔ ہر وقت کی اجازت طلبی ان کے لئے اور تمہارے لئے بھی باعث حرج ہو گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں عام طور پر لوگوں نے تین آیات پر عمل کرنا چھوڑ رکھا ہے، ایک تو یہی آیت دوسرے سورۃ نساء کی آیت وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اور ایک سورہ حجرات کی آیت اِنَّ

اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ الخ ۔ شیطان لوگوں پر چھا گیا اور انہیں ان آیتوں پر عمل کرنے سے غافل کر دیا، گویا ان میں ایمان ہی نہیں۔ میں نے تو اپنی لونڈی سے بھی کہہ رکھا ہے کہ ان تینوں وقتوں میں بے اجازت ہرگز نہ آئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اس آیت پر عمل کے ترک کی وجہ مالداری اور فراخی ہے۔ پہلے تو لوگوں کے پاس اتنا بھی نہ تھا کہ اپنے دروازوں پر پردے لٹکا لیتے یا کشادہ گھر کئی الگ الگ کمروں والے ہوتے تو بسا اوقات لونڈی غلام بے خبری میں چلے آتے اور میاں بیوی مشغول ہوتے تو آنے والے بھی شرما جاتے اور گھر والوں پر بھی شاق گذرتا، اب جبکہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو کشادگی دی، کمرے جداگانہ بن گئے، دروازے باقاعدہ لگ گئے اور دروازوں پر پردے پڑ گئے تو محفوظ ہو گئے، حکم خدا کی مصلحت پوری ہو گئی اس لئے اجازت کی پابندی اُٹھ گئی اور لوگوں نے اس میں سستی اور غفلت شروع کر دی۔

سدیؒ فرماتے ہیں یہی تین وقت ایسے ہیں کہ انسان کو ذرا فرصت ہوتی ہے۔ گھر میں ہوتا ہے خدا جانے کس حال میں ہو اس لئے لونڈی غلاموں کو بھی اجازت کا پابند کر دیا گیا۔ کیونکہ اسی وقت میں عموماً لوگ اپنی گھر والیوں سے ملتے ہیں تاکہ نہا دھو کر بآرام گھر سے نکلیں اور نمازوں میں شامل ہوں۔

یہ بھی مروی ہے کہ ایک انصاریؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کچھ کھانا پکایا۔ لوگ بغیر اجازت ان کے گھر میں جانے لگے، حضرت اسماء رضی اللہ عنہا نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو بہت بری بات ہے کہ

غلام بے اجازت گھر میں آ جائے ممکن ہے میاں بیوی ایک ہی کپڑے میں ہوں۔ پس یہ مندرجہ بالا آیت اُتری۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے احکام کھول کھول کر بیان فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔

پھر یہ ارشاد ہوتا ہے، ہاں جب بچے بلوغت کو پہنچ جائیں تو پھر انہیں ان تینوں وقتوں کے علاوہ اور وقتوں میں اجازت لینی چاہیے چھوٹے بچوں کو اپنے گھر میں اپنے ماں باپ کے پاس جانے کے لئے بھی ان تین وقتوں میں جن کا بیان اُوپر گذرا، اجازت مانگنی ضروری ہے، لیکن بعد از بلوغت تو ہر وقت اطلاع کر کے ہی جانا چاہیے جیسا کہ اور بڑے لوگ اجازت لے کر جاتے ہیں، خواہ اپنے ہوں خواہ پرائے حکم ایک ہی ہے۔

اور جو بوڑھی عورتیں اس عمر کو پہنچ جائیں کہ نہ اب انہیں مرد کی خواہش رہے نہ نکاح کی توقع، حیض بند ہو جائے اور عمر سے اُتر جائیں تو ان پر پردے کی وہ پابندیاں نہیں جو اور عورتوں پر ہیں۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایسی عورتوں کو اجازت ہے کہ وہ برقعہ اور چادر اتار دیا کریں صرف دوپٹے اور کرتے اور پاجامے میں رہیں۔ لیکن مقصود اس سے بھی اظہار زینت نہ ہو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے جب اس قسم کے سوالات عورتوں نے کئے تو آپؓ نے فرمایا تمہارے لئے بناؤ سنگھار بیشک حلال وطیب ہے لیکن غیر مردوں کی آنکھیں ٹھنڈی کرنے کیلئے نہیں حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی بیوی جب بڑھیا ہو گئیں

تو آپ نے اپنے غلام کے ہاتھوں اپنے سر کے بالوں کو مہندی لگوائی۔
جب ان سے اس کا سوال کیا گیا تو فرمایا کہ میں ان عمر رسیدہ عورتوں
میں ہوں جنہیں خواہش نہیں رہی۔ آخر میں فرمایا گو چادر کا نہ لینا ان
بڑی بوڑھی عورتوں کے لئے جائز تو ہے مگر افضل یہی ہے کہ چادروں
اور برقعوں میں رہیں ۔ اللہ تعالیٰ سننے جاننے والا ہے ۔

سورۃ احزاب میں ارشاد خداوندی ہے :۔

آیت نمبر ۹ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ
الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰىٓ اَنْ
يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝

ترجمہ: "اے نبی! اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے
اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دو کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا
لیا کریں، اس سے بہت جلد ان کی شناخت ہو جایا کرے گی پھر نہ
ستائی جائیں گی۔ اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتا ہے کہ آپ مومن
عورتوں سے فرمادیں بالخصوص اپنی بیویوں اور صاحبزادیوں سے کیونکہ
وہ تمام جہان کی عورتوں سے بہتر اور افضل ہیں، کہ وہ اپنی چادروں کو
قدرے لٹکا لیا کریں تاکہ جاہلیت کی عورتوں سے ممتاز ہو جائیں۔ اسی
طرح لونڈیوں سے بھی آزاد عورتوں کی پہچان ہو جائے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ مسلمان
عورتوں کو حکم دیتا ہے کہ جب وہ اپنے کسی کام کے لئے باہر نکلیں تو جو
چادر وہ اوڑھتی ہیں اسے سر پر سے جھکا کر منہ ڈھک لیا کریں، صرف

ایک آنکھ کھلی رکھیں۔

امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے سوال پر حضرت عبیدہ سلمانی
رحمۃ اللہ علیہ نے اپنا سر اور چہرہ ڈھانک کر اور بائیں آنکھ کھلی رکھ کر
بتلا دیا کہ یہ مطلب اس آیت کا ہے۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اپنی چادر سے اپنا گلے کو
ڈھانپ لیا کریں۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، اس آیت کے اترنے
کے بعد انصارؓ کی عورتیں جب نکلتی تھیں تو اس طرح لگی چھپی چلتی
تھیں کہ گویا ان کے سروں پر پرند ہیں۔ سیاہ چادریں اپنے اوپر ڈال
لیا کرتی تھیں۔

جب زہریؒ سے سوال ہوا کہ کیا لونڈیاں بھی چادر اوڑھیں؟
فرمایا، دوپٹیا ضرور اوڑھیں اگر وہ خاوندوں والی ہوں اور چادر نہ
اوڑھیں تاکہ ان میں اور آزاد عورتوں میں فرق رہے۔

سدیؒ کا قول ہے کہ فاسق لوگ اندھیری راتوں میں راستے سے
گزرنے والی عورتوں پر آوازے کستے تھے۔ اس لئے یہ نشان ہو گیا کہ
گھر والی عورتوں اور لونڈیوں باندیوں وغیرہ میں تمیز ہو جائے اور ان
پاکدامن عورتوں پر کوئی لب نہ ہلا سکے۔

پھر فرمایا کہ جاہلیت کے زمانے میں جو بے پردگی کی رسم تھی جب
تم خدا کے اس حکم پر عمل پیرا ہو جاؤ گے تو اللہ تعالیٰ اگلی تمام خطاؤں سے
درگذر فرمالے گا اور تم پر فضل و کرم کرے گا۔



احادیثِ نبوی سے پردہ پر روشنی

پردہ کی ابتدا

پردہ کا سب سے پہلا حکم اس وقت ہوا جب کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے نکاح فرمایا تو ارشادِ خداوندی ہوا کہ مومن جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں اجازت کے بغیر داخل نہ ہوں۔ اگر کوئی ضروری بات کہنی ہو تو پردہ میں کہیں۔ جس کی تعمیل میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تمام ازواج مطہرات کے دروازوں پر پردے ڈال دئے جو اس سے پہلے نہ تھے۔ اور غیر محرم کو اندر آنے سے منع کر دیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ حضورؐ نے طلحہ ابن عبید اللہ کو جو کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا چچازاد بھائی تھا حضرت عائشہؓ سے ملنے کو روک دیا جس پر وہ ناراض ہو گیا۔

جس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے ازواج مطہرات رضی اللہ علیہن کو پردے کا حکم ہوا جیسا کہ سورۃ احزاب میں وارد ہے اور اس کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد

مبارک میں شہر کے اندر پاخانہ یا استنجا کی جگہ نہ ہونے کی وجہ سے شریف زادیوں کو بھی رفع حاجت کے لئے صبح و شام شہر کے باہر جانا پڑتا تھا۔ بدکردار لوگ عام و خاص عورتوں کو آتے جاتے دیکھ کر ہنسی مذاق کرتے تھے۔ اور جب اس بارے میں ان سے پوچھا جاتا کہ تم ایسی حرکتیں کیوں کرتے ہو تو جواب دیتے کہ ہم سب ان کو لونڈیاں سمجھتے ہیں، ورنہ ہماری کیا مجال۔

حدیث نمبر ۱:- صحیح بخاری اور مسلم میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا کہ اللہ کی قسم بیشک میں نے اپنے آقا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر کھڑا دیکھا اور حبشی مسجد میں برچھیوں کے ساتھ کھیلتے تھے۔ اس لئے کہ ان کا کھیلنا برچھیوں سے سامانِ جہاد میں تھا۔ لہذا وہ تیر اندازی کی طرح عبادت میں شامل ہوا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی چادر کے ساتھ میرا پردہ کر رہے تھے۔ تاکہ میں حضرت کے کندھوں اور درمیان سے ان کے کھیل کی طرف دیکھوں۔ پھر حضرت میری خاطر کھڑے رہے، یہاں تک کہ میں خود پھری یعنی حضرت اس قدر کھڑے رہے جب تک میں نہ پھری اور بس نہ کیا۔

حدیث نمبر ۲:- معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عورت کو جو اللہ اور اس دن یعنی قیامت پر ایمان رکھتی ہو یہ جائز نہیں کہ اپنے شوہر کے گھر میں بغیر اس کی اجازت کے کسی کو آنے دے۔ اور یہ بھی ارشاد ہے کہ عورت بغیر اجازت خاوند کے اپنے گھر سے

باہر قدم نہ رکھے ۔ اور اس کے لئے سوائے خاوند کے کسی کی اطاعت بھی جائز نہیں ہے ۔

حدیث نمبر ۳ :۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُن عورتوں کے گھروں میں داخل نہ ہوں جن کے خاوند غائب ہیں ۔ کیونکہ شیطان تمہاری رگ رگ میں پھرتا ہے ۔ عرض کی گئی یا رسول اللہ ! کیا آپ میں بھی ؟ فرمایا ، میں بھی ، لیکن اللہ نے میری مدد فرمائی ہے کہ میرا شیطان مسلمان ہو گیا ہے یہ بعض روایات میں ہے ۔

حدیث نمبر ۴ :۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ایک عورت کے ہاتھ میں خط تھا ۔ اس نے پردے کے پیچھے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دینے کیلئے ہاتھ بڑھایا ۔

اس حدیث سے صاف ظاہر ہے کہ غیر محرم عورتیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی پردہ کرتی تھیں اور آپ بھی ان کو اپنے سامنے نہ آنے دیتے تھے ۔ دیکھ لیں اور غور فرمائیں جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم عورتوں سے پردہ کے بارے میں اسقدر احتیاط و پابندی اختیار کرائیں تو آپ سے بڑھ کر کونسا بزرگ پیر ، رشتہ دار اور پاک صاف نظر ہو سکتا ہے جس سے پردہ اُتارنا جائز ہو ۔ عورت کیلئے سر سے پاؤں تک پردہ میں رہنے کا حکم ہے ۔

حدیث نمبر ۵ :۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت قابل ستر ہے یعنی سر

سے پاؤں تک پوشیدہ رہنے کے قابل ہے ۔ جب وہ اپنے پردہ سے نکلتی ہے (یعنی جب باہر نکلتی ہے) تو شیطان اس کی تاک میں لگا رہتا ہے اور مردوں کی نظر میں اچھا کر کے دکھاتا ہے ۔

عورت کیلئے باریک کپڑا پہننا حرام ہے

حدیث نمبر ۶ :۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میری بہن اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں ۔ وہ اس وقت باریک کپڑا پہنے ہوئے تھیں ۔ آپ نے ان کی طرف سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اے اسماء ! عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کے چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کے سوائے اس کی اور کوئی چیز نظر نہ آنی چاہیئے ۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ایسا باریک کپڑا پہننا جس سے بدن جھلکے حرام ہے ۔

حدیث نمبر ۷ :۔ بہز بن حکیم نے اپنے باپ سے اور اُس نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی عورت (یعنی ستر کی جگہ) کو محفوظ رکھو ، مگر اپنی بیوی سے یا اُس باندی سے جس کے تم مالک ہو ۔ میں نے عرض کی ، یا رسول اللہ اگر میری تنہائی میں ہو تو کیا حکم ہے ؟ ارشاد فرمایا ، اللہ تعالیٰ سے حیا کرو وہ حیا کے زیادہ لائق ہے ۔

عورتوں کا قبروں پر جانا منع کیا گیا ہے

حدیث نمبر ۸ :- مروی ہے کہ جو عورت گورستان کو نکلے اس پر ساتوں آسمانوں اور ساتوں زمینوں کے فرشتے لعنت کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی لعنت میں چلتی ہے۔ اور جو عورت مُردہ کے لئے اپنے گھر میں ہی دُعائے خیر کرلے اور گھر سے باہر نہ نکلے اللہ تعالیٰ اس کو ایک حج اور ایک عُمرے کا ثواب عطا فرما دیتا ہے۔

حدیث نمبر ۹ :- مجالس الابرار میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں سے نکلے اور اپنے گھر کے دروازے پر ٹھہر گئے۔ اسی وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تشریف لائیں۔ آپؐ نے ان سے پوچھا، کہاں سے آئی ہو؟ عرض کی فلاں عورت مرگئی تھی اس کے گھر سے آئی ہوں۔ تو فرمایا کیا تم اس کی قبر پر تو نہیں گئی تھی۔ عرض کی خدا کی پناہ! جو کچھ میں نے آپؐ سے سُنا ہے اُس کے بعد ایسا کرسکتی ہوں۔ فرمایا اگر تو قبر پر جاتی تو جنت کی خوشبو بھی نہ پاتی۔



مسائلِ فقہیہ

اس باب کے مسائل چار قسم کے ہیں :-

نمبر ۱ : مرد کا مرد کو دیکھنا (۲) عورت کا عورت کو دیکھنا۔ (۳) عورت کا مرد کو دیکھنا (۴) مرد کا عورت، کو دیکھنا۔

۱- مرد، مرد کے ہر حصۂ بدن کی طرف نظر کرسکتا ہے سوائے ان اعضاء کے جن کا چھپانا ضرور ہے، وہ ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک ہے۔ لہٰذا اس حصۂ بدن کا چھپانا فرض ہے۔ جن اعضاء کا چھپانا ضروری ہے ان کو عورت کہتے ہیں۔ کسی کو گھٹنا کھولے ہوئے دیکھے تو اسے منع کرے اور ران کھولے ہوئے دیکھیں تو سختی سے منع کریں اور اگر شرمگاہ کھلی ہوئی دیکھیں تو اُسے سزا دیں۔

مسئلہ جس حصۂ بدن کی طرف نظر کرسکتا ہے اُسے چھو بھی سکتا ہے۔ لڑکا جب مراہق ہوجائے اور وہ خوبصورت نہ ہو تو نظر کے بارے میں اس کا حکم وہی ہے جو مرد کا ہے اور اگر خوبصورت ہو تو وہی حکم ہے جو عورت کا ہے۔ یعنی شہوت کے ساتھ اس کی طرف نظر کرنا حرام ہے۔ اگر شہوت نہ ہو تو اس کی طرف نظر بھی کرسکتا ہے اور اس کے ساتھ تنہائی بھی جائز ہے۔ شہوت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے یقین ہو

ہو کہ نظر کرنے سے نفسانی خواہش تیز نہ ہو گی۔ اور اگر اس کا
معمولی سا شبہ بھی ہو تو بالکل دیکھنے سے پرہیز کرے۔ اور بوسہ
کی خواہش کا بیدار ہونا بھی حدِ شہوت ہی میں داخل ہے۔

۲۔ عورت کا عورت کو دیکھنا اس کا وہی حکم ہے جو مرد کا مرد کی
طرف نظر کرنے کا ہے۔ یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک
نہیں دیکھ سکتی باقی اعضاء کی طرف نظر کر سکتی ہے بشرطیکہ شہوت
کا اندیشہ نہ ہو۔

مسئلہ پرہیزگار اور صالحہ عورت کو چاہیے کو اپنے کو
بدکار عورت کے دیکھنے سے بچائے۔ یعنی ان کے
سامنے دوپٹہ وغیرہ نہ اُتار رکھے کیونکہ وہ اُسے دیکھ کر مردوں کے
سامنے اس کی شکل کا ذکر کرے گی۔ اسی طرح مسلمان عورت کیلئے یہ
بھی حلال نہیں کہ کسی کافرہ کے سامنے اپنا منہ کھولے۔ کافرہ عورتیں
گھروں میں اکثر آتی جاتی ہیں اور مسلمان عورتیں ان کے سامنے بھی
اپنی مسلمہ عورتوں کی طرح بے حجاب اور ستر کھولے ہوتی ہیں۔ لہذا
انہیں ان سے احتیاط و اجتناب لازم ہے۔

مسئلہ ۳۔ عورت کا نامحرم مرد کی طرف نظر کرنے کا وہی
حکم ہے جو مرد کا مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے۔
اور یہ اس وقت ہے کہ عورت کو یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس
کی طرف نظر کرنے سے شہوت نہیں ہو گی۔ اور اگر اس کا شبہ ہو تو
تو ہرگز نظر نہ کرے۔

مسئلہ عورت اجنبی مرد کے جسم کو ہرگز نہ چھوئے جبکہ
دونوں میں سے کوئی بھی جوان ہو تو اس کو شہوت
ہو سکتی ہے، اگرچہ اس بات کا یقین ہو کہ شہوت پیدا نہیں ہو گی۔

نوٹ: بعض جوان عورتیں اپنے پیروں کو دباتی ہیں مثلاً
ہاتھ، پاؤں دباتی ہیں اور بعض جعلی پیر بھی اپنی مریدنیوں سے بڑے
شوق سے ان کی یہ خدمات حاصل کرتے ہیں۔ اور ان میں اکثر دونوں
یا کوئی ایک حدِ شہوت میں ہوتا ہے۔ یہ فعل ناجائز ہے اور دونوں
گنہگار ہیں۔ اگر شہوت میں نہ بھی ہوں تب بھی سخت منع ہے۔

مسئلہ ۴۔ مرد کا عورت کو دیکھنا۔ اور اس کی کئی صورتیں ہیں
مثلاً: مرد کا اپنی زوجہ یا باندی کو دیکھنا۔ مرد کا
اپنی محارم کی طرف نظر کرنا۔ آزاد عورت کو دیکھنا۔ اجنبی عورت کو دیکھنا۔
پہلی صورت میں حکم یہ ہے کہ عورت کی ایڑی سے چوٹی تک ہر عضو
کی طرف نظر کر سکتا ہے۔ شہوت اور بلا شہوت دونوں صورتوں میں
دیکھنا جائز ہے۔ اسی طرح یہ دونوں قسم کی عورتیں یعنی بیوی اور
باندی مرد کے (یعنی خاوند اور مالک کے) ہر عضو کو دیکھ سکتی ہیں۔
ہاں شرمگاہ کی طرف بہتر ہے کہ نظر نہ کرے، کیونکہ اس سے نظر میں
ضعف اور نسیان کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔ اس مسئلہ میں باندی
سے مراد وہ لونڈی یا عورت ہے جس سے وطی جائز ہے۔

مسئلہ جس باندی سے وطی جائز نہیں مثلاً وہ مشترکہ ہے
یا مکاتبہ یا رضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے اس
سے وطی نہ کر سکے وہ اجنبیہ کے حکم میں ہے۔

مسئلہ اجنبیہ عورت کسی کے یہاں کام کاج کرنے مثلاً روٹی پکانے کی نوکری میں مقرر ہو تو اس صورت میں اس کی کلائی کی طرف نظر کرنی جائز ہے کہ وہ کام کاج کرنے کے لئے آستین چڑھائے گی اور کلائیاں اس کی کھلیں گی۔ اور اسی طرح اس کے دانتوں کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔

مسئلہ ختنہ کا عمل دینے کی ضرورت ہو تو مرد مرد کے موضع ختنہ کی طرف نظر کر سکتا ہے بلکہ بامر مجبوری ہے کہ ختنہ کرنے میں موضع ختنہ کی طرف نظر کرنا اور اس کا چھونا بھی جائز ہوتا ہے۔

یہ تمام مسائل فقہیہ بیان ہوئے۔ اللہ قادر وقیوم توفیقِ عمل نصیب فرمائے۔ آمین۔

آئیے اب رُخ دوئم ملاحظہ فرمائیں!

فتنوں کا زمانہ

حدیث نمبر ۱: مشکوٰۃ شریف میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے " لوگوں کے دلوں میں فتنے اس طرح ڈالے جائیں گے جس طرح چٹائی کے تنکے برابر اور زیادہ ہوتے ہیں۔ لہٰذا جو دل ان فتنوں کو قبول کرے گا ہم اس کے اندر ایک سیاہ نشان ڈال دیں

گے اور جو دل ان فتنوں سے متاثر نہ ہوگا ہم اس پر ایک سفید نشان ڈال دیں گے۔ غرض دو قسم کے دل ہوں گے، ایک تو سنگ مرمر کے مثل جن پر کسی کا کوئی فتنہ اثر انداز نہ ہوگا اُس وقت تک جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں۔ اور دوسرا دل راکھ کی مانند سیاہ ہوگا اور جیسا کہ اُلٹا برتن جس میں کچھ بھی باقی نہ رہے۔ یہ دل نہ تو نیک کاموں سے آگاہ ہوگا اور نہ بُرے کاموں سے بیزار ہوگا، ہاں صرف اس چیز سے واقف ہوگا جو اس کے دل میں پیوست ہو گئی ہے، یعنی نفسانی خواہشات میں سے۔

حدیث نمبر ۲: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو دو باتیں ارشاد فرمائی ہیں ان میں سے ایک کو دیکھ چکے ہیں اور دوسری کے منتظر ہیں۔ پہلی یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایمان کی محبت لوگوں کے دلوں کی جڑ میں ڈالی گئی ہے اور انہوں نے ایمان کے نور سے قرآن کو جانا۔ پھر سُنتِ رسول ؐ کو جانا۔ اس کے بعد آپ نے ایمان اُٹھ جانے کی حدیث بیان فرمائی۔

اس طرح ارشاد فرمایا کہ آدمی معمول کے مطابق سوئے گا اور ایمان اس کے دل سے نکال لیا جائے گا۔ جب دوبارہ سوئے گا تو اس کے دل سے ایمان کا بقیہ اثر بھی نکال لیا جائے گا۔ دل میں ایک آبلہ جیسا نشان رہ جائے گا۔ جیسا کہ کوئی آگ کی چنگاری اپنے پاؤں پر ڈال دے اور اس سے آبلہ پڑ جائے گا جو بظاہر پھولا اور

اُٹھا ہوا ہوگا لیکن اندر سے خالی ہوگا۔ ایسا ہونے کے بعد جب لوگ
اُٹھیں گے اور آپس میں خرید و فروخت حسبِ معمول کریں گے تو اُن
میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ ہوگا جو ایمان کو ادا کرے۔ یعنی حقوق
شرعیہ کو ادا کرے۔ یہاں تک کہ یہ کہا جائے گا کہ ایمان باقی نہ رہنے
کے بعد فلاں قبیلہ میں ایک امین اور دیانت دار شخص ہے۔ اور
زمانہ میں ایک شخص کو جسے کہ دنیا داری میں کمال حاصل ہوگا، کہا
جائے گا کتنا عقلمند ہے اور کاروبار میں کس قدر ہوشیار ہے کس
قدر خوبصورت ہے، کس قدر چالاک ہے۔ حالانکہ اس کے دل میں
رائی کے دانہ کے برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔ (بخاری و مسلم)

حدیث نمبر ۳ :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمالِ نیک میں جلدی کرو ان
فتنوں کے پیش آنے سے پہلے جو تاریک رات کے ٹکڑوں کی مانند
ہوں گے کہ اس وقت آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور
شام کو کافر ہو جائے گا۔ پھر شام کو مومن ہوگا اور صبح کو کافر ہو جائے
گا۔ اور اپنے دین و مذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع پہ فروخت
کر ڈالے گا۔ (مسلم)

حدیث نمبر ۴ :- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، قسم ہے مجھے اس ذات کی
جس کے قبضے میں میری جان ہے، دنیا اس وقت تک فنا نہ ہوگی

جب تک لوگوں پر ایسا دن نہ آئے گا جس میں قاتل کو یہ معلوم نہ ہو
گا کہ اس نے کیوں قتل کیا اور نہ مقتول کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کو کیوں
مارا گیا۔ صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ یہ کیونکر ہوگا؟ فرمایا، ہرج
(یعنی فتنہ) ہوگا۔ اور اس میں قاتل و مقتول دونوں دوزخ میں
جائیں گے۔

حدیث نمبر ۵ :- حضرت معقل ابن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، فتنہ کے زمانہ میں عبادت
کا ثواب اتنا ہوگا جتنا کہ میری طرف ہجرت کا ثواب ہے۔ (مسلم)

حدیث نمبر ۶ :- حضرت زبیر ابن عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں
کہ ہم انس ابن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے حجاج
کے مظالم کی شکایت کی۔ انھوں نے کہا صبر کرو اس لئے کہ آئندہ جو
زمانہ بھی ہوگا وہ گزشتہ سے بدتر ہوگا۔ اور اسی طرح اس کے بعد کا
زمانہ اس سے بدتر ہوگا۔ یہاں تک کہ تم خدا سے جا ملو گے۔ یہ بات
میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے۔ (بخاری)
اللہ تعالیٰ ان فتنوں سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔ آمین!

کیا پردہ ترقی کیلئے ڈھال ہے؟ ہرگز نہیں!

اسلام نے مردوں اور عورتوں کا بے جا میل جول ممنوع قرار دیکر پردہ کی ایک مضبوط حد قائم کر دی ہے جو عفت اور عصمت کی ضامن ہے اور معاشرتی اور تمدنِ امن کا کفیل ہے۔ جن مذاہب میں پردہ نہیں ہے ان میں عصمت کی حالت بالکل نابود ہو چکی ہے۔ سمجھ نہیں آتی کہ یورپی تمدن کے دلدادہ مسلمان باوجود مسلمان ہونے کے اس قدر آوارہ مزاج واقعہ ہوئے ہیں اور وہ پردے کے اتنے مخالف کیوں ہیں جو پردے کو محض قید اور حبسِ بے جا گردانتے، عورتوں کو کھلا پھرنا، بائیسکلوں پر سوار ہونا، باغات اور ٹھنڈی اور پُر رونق سڑکوں پر ہوا خوری کے بہانے نکلنے اور بازاروں میں غیر محرموں کے ہجوم میں ہاتھ میں ہاتھ ملا کر چلنے کو باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ پردہ کا رواج ہماری ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے، لہذا جبتک اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا ہم کبھی ترقی نہیں کر سکتے۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اسلامی پردہ ترقی کی راہ میں ڈھال نہیں ہے نہ اس سے اسلام کی قومی سبقت میں کوئی رکاوٹ پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی یہ خواتینِ اسلام کی تعلیم و تربیت کے لئے مانع ہے۔ وہ دور

جبکہ مسلمان تمام عالم میں عزت اور برتری کے واحد مالک تھے، اور ترقیات کی تمام منازل میں دنیا کی بڑی بڑی اقوام سے آگے تھے، اسلام میں پردہ اُس وقت بھی موجود تھا۔ اُس زمانہ کی بڑی بڑی عالم و فاضل خواتین کے تذکروں سے کتابیں بھری پڑی ہیں جو پروفیسر بھی تھیں اور واعظ بھی، اور تلقین و ہدایت بھی کرتی تھیں۔ مگر یہ تمام فرائض اصولِ پردہ کے تحت انجام پاتے تھے۔ یہ خواتین امورِ جنگی میں حصہ لیتی تھیں۔ فوجیوں کو پانی پلاتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی تھیں۔ پیدل اور سوار تیغ زنی بھی کرتی تھیں مگر پردہ بہرصورت لازمی سمجھا جاتا تھا جو اِن مشاغل سے مانع نہیں تھا۔ نہ اس وقت کے غیور مردوں کے دلوں میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ پردہ ترقی کی ڈھال ہے اور نہ ہی ان خواتین نے کبھی حکومتِ وقت کے سامنے بصورتِ وفد ایسی درخواستیں دیں اور نہ اپیلیں کیں کہ ہمیں پردے سے آزادی حاصل ہونی چاہیے۔

مگر آج تو مسلمانوں کی بدکرداری کی حد ہو گئی اور یہ زمانہ میں ذلالت کا شکار ہو گئے جس کی بنیادی وجہ یہ ہے ؏

خود بدلتے نہیں قرآں کو بدل دیتے ہیں

اور بقول ؎

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

ہم نے دینِ خداوندی سے تعلق چھوڑ دیا اور اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کی پابندی کو توڑ دیا جس سے ہم کمزور و ناتواں ہو گئے

اور اقوامِ عالم میں ہلکے پڑ گئے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر پردہ اسلامی اصولوں کیخلاف چیز ہے تو پہلے مسلمان جو پردے کے سختی سے پابند تھے وہ زمانہ میں کیونکر ترقی سے ہمکنار ہوئے جبکہ پردہ ہے ہی ترقی کی راہ میں رکاوٹ اور ڈھال۔ اُن نفوسِ قدسیہ کے بارے میں ہی یہ ارشاداتِ عالیہ نازل ہوئے تھے اور وہی اس کا مخاطب تھے جیسا کہ وضاحت سے گذر چکا کہ "آنکھیں حیا سے نیچی رکھیں۔" "اور عورتیں جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار نہ کریں مگر اپنے محرموں کے سامنے"

پس یہی وہ خدا سے ڈرنے والے اور پاکیزہ مسلمان تھے جنہوں نے احکاماتِ الٰہیہ پر اس پابندی سے عمل کیا جس کی مثال آج دنیا پیش کرنے سے عاجز ہے۔

اب ہر صاحبِ عقل

کے لئے مقامِ غور ہے کہ جو لوگ ایک طرف تو اسلامی نظریۂ معاشرت کے قوانین کو اپنے لئے حجت بتاتے ہیں اور دوسری طرف مغربی تمدن و تہذیب کی پیروی کو بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ کس حد تک دامِ فریب میں مبتلا ہیں اور اس میں دوسروں کو بھی آلودہ کرنے میں کوشاں ہیں۔ اسلامی معاشرت میں تو عورت کے لئے آزادی کی حد یہ ہے کہ وہ بوقتِ ضرورت ہاتھ اور مُنہ کھول سکے اور اپنی حاجات کے لئے باہر نکل سکے۔ مگر یہ لوگ آخری حد کو اپنے

سفر کا نقطۂ آغاز بناتے ہیں۔ جہاں پہنچ کر اسلام رُک جاتا ہے وہاں سے یہ چلنا شروع کرتے ہیں اور یہاں تک بڑھ جاتے ہیں کہ شرم و حیا تک کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ ہاتھ اور منہ ہی نہیں بلکہ خوبصورت باہیں، رنگے ہوئے ناخن، شانوں تک کھلی ہوئی باہیں اور نیم عریاں سینے بھی غیر نگاہوں کے سامنے پیش کر دیئے جاتے ہیں اور جسم کو ایسے کپڑوں سے ڈھانپا جاتا ہے کہ جن سے جسم کا ہر حصہ نظر آتا ہے۔ پھر ایسے لباس اور آرائش کے ساتھ انکے محرموں کے سامنے نہیں بلکہ دوستوں کی محفلوں میں بیویوں، بہنوں اور بیٹیوں کو لایا جاتا ہے اور انہیں ان کے سامنے ہنسنے، بولنے اور کھیلنے کی پوری آزادی حاصل ہوتی ہے۔ وہ مسلمہ خاتون جو اپنے سگے بھائی کے ساتھ عالمِ تنہائی میں نہیں رہ سکتی اور جسے گھر سے نکلنے کی اجازت باہر مجبوری اور حیاداری کی بنا پر دی گئی ہے اُسے جاذبِ نظر ساڑھیوں، نیم عریاں غرارہ اور بے باک نگاہوں کے ساتھ سڑکوں پر پھرنے، پارکوں میں ٹہلنے، ہوٹلوں کے چکر لگانے اور سینماؤں کے مزے لوٹنے میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پھر عورتوں کو امورِ خانہ داری کے علاوہ خارجی امور میں حصہ لینے کی جو مشروط اجازت اسلام میں دی گئی تھی اُس سے ناجائز فائدہ اٹھایا جاتا ہے تاکہ یہ بھی فرنگی عورتوں کی طرح خانگی زندگی اور اس کی تمام تر ذمہ داریوں کو طلاق دیکر سیاسی اور معاشی سرگرمیوں میں ماری ماری پھریں۔ اور علمی میدان میں مردوں کے شانہ بہ شانہ رہا کریں۔ ہندوستان میں تو معاملہ یہیں تک ہے۔ مصر، ترکی اور ایران میں سیاسی آزادی رکھنے والے

ذہنی غلام تو اس سے بھی کئی گنا آگے نکل گئے ہیں۔ وہاں کی مسلمان عورتیں ٹھیک وہی لباس پہننے لگی ہیں جو یورپ کی عورتیں پہنتی ہیں تاکہ اصل اور نقل میں کوئی فرق باقی نہ رہے۔ اس سے بڑھ کر مقام تعجب یہ ہے کہ ترکی خواتین کی فوٹو بارہا اس ہیئت سے دیکھے گئے ہیں کہ غسل کا لباس پہنے ساحل سمندر پہ نہا رہی ہیں۔ وہی لباس جس میں تین چوتھائی حصہ بدن برہنہ رہتا ہے اور ایک چوتھائی حصہ برائے نام ڈھکا رہتا ہے۔ اب بتائیں کیا قرآن وحدیث کی رُو سے اس شرمناک زندگی کے لیے بھی جواز کا پہلو نکل سکتا ہے؟ جب تم نے اس راہ پر چلنا ہی ہے تو صاف اعلان کر کے چلو کہ ہم اسلام سے اور اسلام کے قانون سے بغاوت کرنا چاہتے ہیں۔ یہ کیسی منافقت اور بددیانتی ہے کہ جس نظام معاشرت اور طرزِ زندگی کے اصولوں کے ایک ایک جزو کو قرآن حرام کہتا ہے اسے اعلانیہ قبول کرتے ہیں مگر اس راستے کا پہلا قدم قرآن ہی کا نام لے کر رکھتے ہیں تاکہ لوگوں کو فریب دیں کہ انکے باقی کام بھی تو قرآن کے مطابق ہی ہوں گے۔ لیکن کوئی بھی عقلمند ان کے اس دامِ فریب میں نہیں آسکے گا انشاء اللہ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو صراطِ مستقیم پہ چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ آمین ثم آمین

یہ ٹھیک ہے ؎

آہ اسلام تیرے چاہنے والے نہ رہے
جن کا تو چاند تھا افسوس وہ ہالے نہ رہے

اِن کو حیا نہیں آتی

مصر کی خاتون لیڈر بیگم شفیق نے جو مصر سے پاکستان تشریف لائی تھیں پاکستان کے دارالخلافہ میں تعددِ ازواج (ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا) کے خلاف بیان دیا تھا اور کہا تھا کہ تعددِ ازواج اسلامی روح کے خلاف ہے۔ اور اب وقت آگیا ہے کہ اسے قانوناً روک دیا جائے۔" یہ بات مصری خاتون نے یونیورسٹی کے طلباء وطالبات کے اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہی مگر ان عاشقانِ اسلام کی غیرتِ ایمانی میں ذرہ بھر لرزش نہیں آئی۔ کیا یہ بات قرآن مجید کے واضح احکام کے صریح خلاف نہ تھی؟

خیال فرمائیے کہ یہ ایک مسلمان خاتون کے خیالات ہیں۔ گویا اللہ تعالیٰ کے فرمودہ ارشادات ناقابلِ عمل ہیں اب انسان کو ذاتی طور پر اپنی مرضی کے مطابق نئے نئے قوانین تجویز کرنے چاہئیں لیکن درحقیقت اسلام نے ہی مسلمان کو روحانی اور جسمانی عظمت اور قوت سے نوازا ہے۔

اسلامی سیرت وصورت ہی رعب و دبدبہ اور ہیبت و جلال کے حصول کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے اسلاف کے نام سے دشمن اسلام کانپتے تھے۔ اور عورت کیلئے تو اللہ تعالیٰ نے مرد کو حاکم بنا رکھا ہے لہذا مرد کے نمایاں نشان یہی ہے کہ عورت اس کے ماتحت ومطیع ہو کر رہے۔ اگر مرد میں صفات مردانگی موجود

ہوں گی تو وہ ایک نہیں چار بیویوں کو بھی فرمانبردار بنا سکتا ہے، وگرنہ ایک سے نباہ بھی مشکل ہوگا۔

اس نئی تہذیب نے تو مرد کی صورت و سیرت کو بدل کے رکھ دیا ہے۔ یہاں تک کہ ایک صاحب نے اپنے فیشن ایبل لڑکے کو دیکھا جو ڈاڑھی مونچھ کا صفایا کر کے سر پہ جالی باندھے اور ناخن پہ سُرخ پالش لگائے بڑے ناز و انداز سے ایک کرسی پر تشریف فرما تھا تو باپ حیران ہو کر بولا:۔

واہ میرے نصیب لیے قسمت بھی ہری نکلی
سمجھا تھا یہ لڑکا ہے پر یہ تو پری نکلی

اِس بنا پر عورتیں

اس قسم کے مردوں کے قابو سے باہر ہو رہی ہیں اور مردوں کو اپنے ہی جیسا سمجھ کر یہ آواز اٹھانے لگی ہیں کہ جب ہم ایک سے زیادہ شوہر نہیں رکھ سکتیں تو یہ کون ہوتے ہیں جو چار چار بیویاں رکھ سکیں۔ اسلام میں مرد کے لئے ڈاڑھی رکھنے کو واجب قرار دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ یہ سمجھ لینا بھی ضروری ہے کہ درحقیقت ڈاڑھی ہی سے مردانہ رعب و دبدبہ پیدا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بے حجاب عورت جب کسی باریش مرد کو دیکھ لے تو اس کی طبیعت میں فوراً حجاب پیدا ہو جاتا ہے اور بعض اوقات چادر یا اٹھاتے ہوئے برقعہ سے فوراً منہ کو چھپانے کی کوشش کرتی ہے اور جب کسی بے ریش

آدمی کو دیکھ لے تو اس کی طبیعت میں حجاب پیدا ہی نہیں ہوتا۔ اس کی وجہ علامہ اقبالؒ نے یہ بیان فرمائی ہے :۔

پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن بن گئے

مطلب یہ کہ ساری مصیبت نئی تہذیب کے باعث ہے جس نے مرد کو مرد ہی نہیں رہنے دیا تو پھر اس حالت میں چار تو چار ایک عورت پر بھی غلبہ مشکل ہوگا۔ لہٰذا چاہیئے کہ مصری لیڈرہ کے مذکورہ بالا خیال سے بچتے ہوئے اس کا مردانہ وار اختلاف کیا جائے۔ کئی افراد اس سے مرعوب ہو کر اس کے ہم نوا بن گئے۔ الحمدُللہ اس قسم کے خیالات علمائے حق پہ اثر انداز نہیں ہو سکتے۔

شیدایانِ یورپ کو اتنا تو ماننا پڑے گا کہ ڈاڑھی کی برکت ہے کہ مولوی مرد تو ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہر مولوی کو عورت پہ قابو ہے آپ نے کبھی کسی مولوی کی عورت بے پردہ پھرتی، سینما دیکھتی، پولو کھیلتی، ڈانس کرتی، پرائے مردوں سے ہاتھ ملاتی نہ دیکھی ہوگی۔ اور جہاں عورت کو یہ سب آزادیاں میسر ہوں وہاں عورت کو مرد کے قابو میں رہنا ناممکن ہے۔ اور جسے غالب اور حاکم بن کر رہنا تھا وہ اس حال میں ہے کہ ؎

آئے ہیں ہم دنیا میں دو کام کرنے کے لئے
کچھ خدا سے اور کچھ بیوی سے ڈرنے کے لئے

پنجابی عورتوں کا محاورہ ہے کہ جس عورت کا شوہر مر جائے تو کہتی ہیں کہ فلاں عورت سر سے ننگی ہو گئی۔ گویا مرد کا عورت پر سایہ تھا جو اُٹھ گیا ہے۔

مگر اس دور کی ہر عورت تمہیں ننگے سر نظر آئے گی۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جس کا شوہر زندہ ہو وہ کب اپنی بیوی کو ننگے سر پھرنے دیتا ہے۔

ہاں زندگی تو زندہ دلی اور غیرتِ ایمانی کے زندہ ہونے کا نام ہے اور یہ خوفِ خداوندی ہی سے حاصل ہو سکتی ہے۔ تو جہاں یہ نہیں وہاں موت ہے۔ لہٰذا جہاں موت ہو وہاں سر ننگا نہ ہو تو کیا ہو۔ تو ایسے شخص کے لئے واقعی ایک عورت بھی وبالِ جان ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ کوئی شخص قانونِ الٰہی میں دخل اندازی کا حق رکھتا ہے۔ اور اس بات کا اصرار کرتا پھرے کہ مرد کو ایک عورت سے زیادہ عورتوں سے نکاح کرنے کی قانوناً ممانعت کی جائے۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ قوانینِ اسلام فطرتِ انسانی کے عین مطابق ہیں، مرد غازی بھی ہیں تو مجاہد بھی اور سپاہی بھی ہیں انہیں میدانِ جنگ میں بھی جانا ہوتا ہے۔ جنگ میں ہر حکومت کو سپاہیوں کی ضرورت پڑتی ہے۔ اسی بنا پر پیارے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے۔ تَزَوَّجُوا

یعنی "بچے جننے والی عورتوں سے نکاح کرو"۔

اس ارشادِ عالی میں فوجی ضرورت کو بھی ملحوظ رکھا گیا ہے۔ ہٹلر وسٹالن کا بھی یہی اعلان تھا۔ مگر وہاں یہ تھا کہ بچے پیدا کرو چاہے حرامی ہی کیوں نہ ہوں مگر پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قیدِ نکاح میں لا کر اس بے حیائی سے بچا کر اس فوجی ضرورت کی تکمیل فرما دی۔ اب نئی تہذیب کے دلدادہ فوجی، سیاسی

مصلحتوں کو فراموش کر کے اپنے فیشنی جذبات کی رو میں بہنے لگے ہیں۔ اور یہ بھی نہیں سمجھتے کہ ہمارے طریق کار سے دین و دنیا دونوں برباد ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین، ثم آمین۔

کیا پردے سے صحت بگڑ جاتی ہے؟

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ پردے سے عورت کی صحت بگڑ جاتی ہے۔ گھر میں مقید رہنے سے عورت کے توانائے جسم زرد رنگ اور دورانِ خون کمزور ہو جاتا ہے۔ مگر یہ پروپیگنڈا محض اس قسم سے ہے جس سے پردہ داروں کو بدنام کرنا مقصود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اسلام میں یہ حکم نہیں ہے کہ عورتیں تنگ و تاریک گھروں میں پڑی سڑتی رہیں، بلکہ پردہ کا اصل مطلب یہ ہے کہ اجنبی مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے بناؤ سنگھار اور شکل و صورت کو نہ دیکھیں تاکہ وہ برے نتائجِ نفسانیہ سے محفوظ رہیں۔ اگر قیامِ صحت کے لئے عورت کا باہر چلنا پھرنا ضروری ہے تو اسلام اس کا مانع ہرگز نہیں ہے۔ وہ برقعہ پہن کر صبح و شام گھر سے باہر نکل کر ہوا خوری کر سکتی ہے۔ ہاں اسلام اس بات سے ضرور منع کرتا ہے کہ عورتیں شتر بے مہار بن کر گلی کوچوں اور بازاروں میں بے حجاب غیروں کے سامنے ماری ماری پھریں۔ پردہ کو مضرِ صحت قرار دینے والے حضرات یہ بھی

تو سوچ لیں کہ پردے سے بغیر رہنے والی عورتیں کیا بہت صحیح المزاج
اور قوی الجسم ہوتی ہیں۔ اور کیا وہ کبھی بیمار نہیں ہوتیں اور آیا کہ
ان کے بطنوں سے پیدا ہونے والی اور ان کی آغوش میں پرورش
پانے والی اولاد پردہ نشین عورتوں کی اولاد سے زیادہ قوی اور
بہادر ہوتی ہے۔ دونوں طرح کی عورتوں کی اولاد کی قوت اور ان
کی شجاعت کا اندازہ لگانے کے لئے واقعات ہمارے سامنے ہیں۔
ہمارے خیال میں نتیجہ اس کے برعکس معلوم ہوتا ہے۔ مزید تسلی کے لئے
تاریخی اوراق شاہد ہیں۔ دیکھ کر فیصلہ کریں۔

ہاں اسلام ہرگز یہ بھی نہیں چاہتا کہ عورتیں اپنا دل نہ بہلائیں۔
دل بہلانے کے کئی طریقے ہیں جیسے باغات کی سیر سے جی بہلانا اور
کھیل کود سے جی خوش کرلینا اور کوئی شکار کرنے کو باعث فرحت
سمجھتا ہے۔

نئی تہذیب والوں کا خیال ہے کہ ہمارے گھر میں تفریح کا
سامان موجود نہیں اسلئے انہیں پورا سکون حاصل نہیں ہوتا، اس
وجہ سے صبح و شام بن ٹھن کر بیویوں کے ساتھ گھر سے باہر نکلیں اور
ٹہلتے ٹہلتے چہل قدمی کرتے ہوئے باغ یا دریا کی طرف چلے جائیں
یا کسی کھیل تماشہ میں مشغول ہوں اور حسن داد کے کرشمے دیکھیں اور
دکھائیں۔ کیا یہ بنت حوا کے ساتھ سراسر دشمنی ہے یا کہ خیر خواہی؟
بہ نظر انصاف اگر دیکھا جائے تو عورتوں کے لئے ہر قسم کے سامان
گھر میں موجود ہیں ان کی ورزش ٹھنڈی سڑکوں اور باغوں میں
خاک چھاننے کی نسبت گھر کے کام کرنے، کھانا پکانے، قرآن پاک

پڑھنے، چرخہ کاتنے اور گھر کی صفائی کرنے میں سب سے زیادہ اور
بہترین ورزش ہے اور ان کی تفریح کے لئے بال بچوں کی دیکھ بھال
سے بہتر کوئی موقع نہیں۔ اللہ جل شانہ صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق
عطا فرمائے، آمین

ایک دوست کی بے تُکی بات

سوال:۔ جناب ہمارے گاؤں میں عام طور پر عورتیں گھر بار کا کام
کاج کرتی ہیں مثلاً کھیت میں آدمی کی روٹی لے جانا یا کپاس وغیرہ
کھیتوں میں چننا یا پیاز وغیرہ بونا، تو اگر عورت گھر میں اپنے ستر کو لئے
بیٹھی رہی تو ہمارے زمیندار بھائیوں کے کاروبار ہی بند ہو جائیں گے

جواب:۔ جناب کتنی بے تکی بات ہے۔ کیا عورت کے لئے
کھیت میں جانا، وہاں مرچیں چننا، پیاز لگانا وغیرہ پردہ کے مانع ہے۔
ہرگز نہیں۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ مولوی مسجد کے حجرے میں ہی بیٹھا
ہے اور اسے دنیا کی خبر تک نہیں ہے۔ بندہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم
سے بڑے سے بڑے اور چھوٹے گاؤں میں جاکر تبلیغ دین کرتا رہا اور خود
بھی گاؤں میں رہنے کا چند سال موقعہ ملا کیونکہ ہمارے عزیز و اقارب
بھی گاؤں میں رہتے ہیں، سب کو نہیں البتہ اکثر عورتوں کو دیکھا کہ سر
پر روٹیاں اٹھائے اور چادر سے منہ ڈھانپے ہوئے ہیں۔ بلکہ بہت سی
عورتوں کو اگر منہ نہیں چھپایا تو شرم و حیا سے نگاہیں نیچی کئے ہوئے دیکھا
ہے اور کئی عورتیں سفید برقعہ پہنے کھیتوں میں جاتی ہیں۔ تو کیا اس

شرم وحیا اور پردہ داری کو اپناتے ہوئے کونسے کاروبار بند ہو جاتے ہیں یا وہ عورتیں جو کھیتوں میں جاتی ہی نہیں اُن کے کاروبار میں کیا فرق پڑتا ہے۔ اور جب عورتیں کپاس وغیرہ چنتی ہیں تو اُن کے پاس لوگوں کا کتنا ہجوم ہوتا ہے۔ سوائے ان کے کسی خاص عزیز یا اپنے کے اس جنگل میں ان کے پاس کوئی آتا جاتا بھی نہیں۔ اور نہ ہی ہمارے زمیندار بھائیوں کے پاس اتنی فرصت ہوتی ہے کہ عورتوں ہی سے کھیتوں ہی میں محو گفتگو رہیں۔ بلا شبہ اس دور میں دیہاتوں میں بھی معاشرہ بگڑ چکا ہے تاہم یہ کہنا کہ پردہ کاروبار میں مخل ہے، غلط ہے۔ اللہ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین

انگریزی تعلیم کا بُرا اثر

سوال :- کیا انگریزی تعلیم سے عورتوں کے اخلاق پر کوئی اثر پڑتا ہے؟

جواب :- جی ہاں! ضرور! اس لیئے کہ غلامانہ ذہنیت کا اصل منبع سکول اور کالج ہیں۔ اور سب گناہوں کی جڑ غلامی ہے اور جو امر غلامی کی جڑ ہو گا وہی شقیات ومعاصی کی علت ہو گا۔ آجکل اکثر سکول اور کالج اخلاقی رذائل اور ذہنی کمزوریوں کا سرچشمہ ہیں۔ کیوں نہ ہوں جبکہ آجکل سکولوں اور کالجوں میں بجائے تعلیم کے گانا بجانا، ناچنا، سوانگ بنانا اور ڈرامہ کرنا سکھایا جاتا ہے اور ان تماشاؤں میں

انگریزی تعلیم یافتہ اکثر ہوتے ہیں۔ آپ ہی فرمایئے پروفیسروں کا ناچنا گانا لڑکوں اور لڑکیوں پر کیا اثر کرے گا۔ لیکن میرا خیال یہ بھی نہیں ہے کہ کوئی زبان بذاتِ خود بُرا اثر ڈالتی ہے، نہیں کوئی زبان ہرگز بُری نہیں ہوتی بلکہ اُس کو بُرا بنایا جاتا ہے۔ مثلاً انگریزی پڑھنا بُری بات نہیں البتہ یہ جن کی زبان ہے اُن کی غلامی اپنانا بُرا ہے جیسا کہ یورپی تمدن کے دلدادہ کوٹ پینٹ پہننا، داڑھی مونچھ کا صفایا کروانا، کُتیا سے پیار کرنا اور ساتھ سُلانا وغیرہ باعثِ فخر سمجھتے ہیں۔ یہی بُرا ہے اور اسی کا نام غلامی ہے۔ اللہ تعالیٰ راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین!

بے پردگی کے حامی

سوال : بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ پردہ کرنے والی عورت خود غلامی کی حالت میں رہتی ہے اپنے بچوں کو آزادی کا سبق کب دے سکتی ہے؟

جواب :- یہ سوال کہ پردہ دار عورتوں کی اولاد صحیح تربیت نہیں پا سکتی، غلط ہے۔ معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ خواتین پردہ نشین ہی تھیں جنہوں نے بڑے بڑے حکمران اور دانشور، بڑے بڑے اولیاء وصلحاء کے علاوہ اعلیٰ قسم کے سیاستدان اور شرم وحیا کے پیکر جنم دیئے تھے جن کی مثال آج دنیا پیش نہیں کر سکتی۔ ہاں

ایسے آزاد نہیں تھے جو قیودِ شرعی ہی سے آزاد ہوں۔ کیونکہ ایسے آزاد حقیقت میں اپنے نفس کے غلام، شہوات ولذّات کے قیدی اور حکومت کے پجاری ہوتے ہیں۔ اسلام اور مسلمانوں نے ایسی برائے نام آزادی اور دراصل بربادی پر ہمیشہ لعنت بھیجی اور لات ماری ہے جس سے عورتیں بے حیا ہو کر غیر محرموں سے مصافحہ کریں اُن سے ہنس ہنس کر باتیں کریں، ناچنے گانے کو کمال سمجھیں، غیروں کے ساتھ سیر و سیاحت کریں اور اس تہذیبِ خبیث کے حصول کی خاطر بیرونِ ملک جائیں۔ جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو غیر محرم کے ساتھ حج کو جانا بھی منع فرمایا ہے۔ افسوس! حاجی حق حق نے پنجابی نظم میں کیا خوب فرمایا ہے ؎

اِنجناں بن، گڈیاں بن چلّیاں
بھوندیاں رناں نے کلّم کلّیاں
وال کھولے تے مُلی آمنہ تے سُوا؟
کڑیاں ہو گئیاں جے ویکھو جھلّیاں
دین دے اسکول تھیں چھٹی ملی
گیاں وچہ فیشن دیاں ہن ٹلّیاں
ایسا آیا فیشن دا اے زلزلہ
مذہبی بنیاداں تھاواں ہلّیاں
جو کدی گھر تھیں نہیں سن نکلیاں
ہن اوہ کڑیاں لوکاں لندن گھلّیاں

جھڑیاں پھسلان مردِ دین نوں
آکھے حق حق ہین اوہ سب ولّیاں

ناچنے گانے والی لڑکیاں

مشکوٰۃ شریف کی حدیث میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اخیر زمانہ کے حالات کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ مالِ غنیمت کو اپنی دولت اور مالِ امانت کو مالِ غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان (جرمانہ) سمجھا جائے گا۔ علم محض دنیا کی خاطر پڑھا جائے گا اور مرد اپنی بیوی کا مطیع اور ماں کا نافرمان ہو گا۔ دوست کو قریب اور باپ کو دُور سمجھے گا اور مسجدوں میں دنیاوی آوازیں بلند ہوں گی اور قبیلے کا سردار وہ بنے گا جو سب سے زیادہ بدکار ہو گا اور وہ قوم کا معتمد اور امین ہو گا اور بڑے آدمی کی تعظیم اس کی شرارت سے ڈر کر کی جائے گی نہ کہ اُسے واقعی قابلِ تعظیم سمجھ کر اس کی تعظیم کی جائے گی اور گانے والی لڑکیاں اور لہو و لعب کے ساز و آلات ظاہر ہو جائیں گے۔ لوگ اپنے اسلاف صحابہ کرامؓ و ائمہ عظام کو بُرا کہنے لگیں گے تو اس زمانہ میں سُرخ آندھیاں آئیں گی، زلزلے آئیں گے، شکلیں بگڑیں گی، زمین میں دھنسایا جائے گا۔ آسمان سے پتھر برسیں گے اور اس طرح مختلف بلائیں یوں نازل ہونے لگیں گی جیسے تسبیح کا دھاگہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کے ٹوٹنے سے دانے متواتر گرنے شروع ہو

جاتے ہیں۔"

ذرا غور فرمائیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے واضح ارشاد کو بہ نظرِ انصاف دیکھیں اور موجودہ زمانہ کے حالات پہ نظر ڈالیں تو ہم پر روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جائے گا کہ آپ کا فرمان بعینہٖ دورِ حاضرہ کے مطابق ہے۔ مثلاً امانت میں خیانت عام ہے۔ زکوٰۃ کو بڑا بوجھ سمجھا جاتا ہے، علم صرف ملازمت کی خاطر حاصل کیا جاتا ہے۔ اور آجکل کا بابو ماں کی اطاعت کو آوٹ آف فیشن Out of fation اور بیگم کی بات کو فرضِ اولین قرار دیتا ہے۔ اور دوستوں کے مقابلہ میں باپ کو اولڈ مین old man کہتا اور باہر دھکیل دیتا ہے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ الْعَظِیْم ط

دوسری طرف جماعت کے سردار فاسق اور بے دین نظر آتے ہیں۔ آج بڑے لوگوں کی تعظیم ان کے شر سے خوفزدہ ہو کر کی جاتی ہے اور آج کے برائے نام مسلمان اپنے اسلاف کے حق میں خوب دریدہ دہنی اور گستاخی کا ارتکاب کر رہے ہیں انہیں کوئی روکنے ٹوکنے والا نہیں۔

تو اس حدیث پاک میں بیان ہوا ہے کہ ناچنے گانے والی لڑکیاں اور لہو و لعب کے ساز و آواز ظاہر ہو جائیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی تصدیق بھی اس دور میں موجود ہے۔ یہ گانا بجانا، رقص و سرود اور طبلہ سارنگی وغیرہ کو نہ صرف جزوِ تہذیبِ حاضر کہا جا رہا ہے، بلکہ بعض روشن دماغ مسخران کرام تو اسے معاذ اللہ اسلامی فن بھی قرار دے رہے ہیں جو خلافِ اسلام اور حرام ہے۔

خداوندِ تعالیٰ صراطِ مستقیم پر چلنا نصیب فرمائے۔ آمین

کیا علمائے کرام کا اختلاف پردہ کی راہ میں رکاوٹ ہے؟

علمائے کرام جن باتوں میں متفق و متحد ہوتے رہے ہیں اُن میں اہلِ ہوا نے کب علمائے کرام کا ساتھ دیا۔ تو پردہ کے متعلق تو علماء کا کوئی اختلاف ہے بھی نہیں۔ ہر مکتبِ فکر بے پردگی کے مخالف ہیں۔ اس کے باوجود جن کے دماغوں میں آزادی کی ہوا بھری ہوئی ہے اور جن کو نئی تہذیب کی چاٹ لگ گئی ہے وہ علمائے کرام کی بات پر کان دھرنے کو کسی صورت میں تیار نہیں۔ ہاں اس حال میں بھی علمائے کرام بفضلِ خداوند تعالیٰ حق بیان کرنے پر قائم ہیں اگرچہ اہلِ ہوا ان سے موافقت کریں یا مخالفت۔ علمائے دین صحیح راستہ بتانے کے ذمہ دار ہیں لوگوں کے اعمال کے ذمہ دار نہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے،

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ (سورۃ بقرۃ رکوع)

ترجمہ: "تم باوجود عالم ہونے کے اگر مخالفین کی خواہشات پر چلوگے تو اس صورت میں تم بھی بے راہوں میں شمار ہوگے۔"

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوا:

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ط

یعنی "اے نبیؐ! آپ اپنے رب کی طرف سے حق فرما دیجئے جس کا جی چاہے ایمان لے آئے اور جو چاہے کفر کرے۔"

ازواجِ مطہراتؓ اور دیگر صحابیاتؓ کا اہتمامِ پردہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور ان کے بعد تابعین، تبع تابعین کرام غرضیکہ متقدمین، متاخرین میں سے کہیں منقول نہیں کہ انہوں نے اپنی عورتوں کو غیر محرموں کے ساتھ ملاقاتیں کرنے کے لئے یونہی آزاد چھوڑا ہو۔ اگر پردہ داری کے مسئلہ میں ذرا بھر گنجائش ہوتی تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ان برگزیدہ خواتین کو پابند حجاب کیا جاتا۔ جس جہاد میں واقعۂ افک پیش آیا تھا اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی تھیں مگر پردہ میں۔ جنگِ جمل میں میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود صاحب کمان تھیں اور باحجاب ایک اونٹ پر سوار تھیں۔ اگر پردہ غیر ضروری عمل ہوتا تو ان اہم مواقع پر ترک کر دیا جاتا۔ ان واقعات اور دلائل قطعیہ کی رو سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ موجودہ تہذیب مغرب کے دلدادگاں اسلام کے حامی نہیں، مخالف ہیں۔ اسی لئے ہم برملا کہہ چکے ہیں کہ اے اللہ کے بندو تم کیوں خدا کے دین کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑے ہو اور تم نے کیوں اپنی تباہی کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔

اگر تم لوگ درحقیقت اسلام سے گھبرا گئے ہو تو صاف اعلان کر دو تاکہ اور مسلمان تمہارے شر سے بچ جائیں۔ اسلام کا دعویٰ کرنا اور اس کے خلاف چلنا یہ اسلام اور مسلمان ہونے کے منافی ہے۔ خداوند تعالیٰ راہِ راست پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ترقی کی بُری آواز

جب سے مسلمانوں کے اندر پھیلی اس وقت سے آج تک مسلمان دن بدن گرتے گئے اور اسلام سے منہ پھیرتے گئے۔ دیکھئے آج سے اسّی برس پہلے مسلمانوں کی قوت اور شوکت، دینداری اور نیک چلنی اور ہمدردی کہ سرزمینِ ہند کے کتنے رقبے ان کے تصرف میں تھے۔ ہر شہر اور گاؤں میں سر بہ فلک اور فراخ عمارتیں ان کے اقتدار کی شہادت دے رہی ہیں۔ دشمن مقابلہ کی ہمت نہ کرتے تھے اور غیر قومیں ان کے رُعب سے کانپتی تھیں۔ مسافر نوازی، غریب پروری، بے کسوں کی دستگیری، ہمسایوں کی خبر گیری مسلمانوں کا عام شیوہ تھا۔

جن بزرگوں کی عمر اسّی سال سے زیادہ ہے انہوں نے یہ تمام باتیں اپنی آنکھوں سے دیکھی ہوئی ہیں۔ مگر کیا کیا جائے اگر علمائے دین کے منہ سے ذرا سی بات بھی ان کے خلاف نکل جائے تو شور مچ جاتا ہے حالانکہ انہیں یہ معلوم یہ ہے کہ وہ آج تک علمائے دین کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکے مگر شور مچانا تو ان کی وراثت میں آ گیا ہے۔ الا ماشاء اللہ۔ مسلمانو! اب بھی ہوش کرو۔ دیکھو کدھر جا رہے ہو۔ انسان سے غلطی ہو جانا بڑی بات نہیں

بڑے بڑے عقلمندوں سے بھی غلطی سرزد ہو سکتی ہے مگر بے وقوف اور عقلمند میں فرق یہی ہے کہ عقلمند غلطی کے نتیجے سے عبرت حاصل کر لیتا ہے اور نقصان ہونے کی صورت میں دوبارہ اس غلطی کا ارتکاب نہیں کرتا اور اپنے اس غلط رویّہ کو بدل کر صحیح راستہ اختیار کر لیتے ہیں جو اُسے کامیابی کی منزل تک لے جاتا ہے۔

مگر افسوس کی بات ہے کہ ہمارے ہاں حامیانِ ترقی ۸۰ سال سے بیدار نہ ہوئے۔ قوم تباہ ہو گئی لیکن ان کی آنکھ نہ کھلی۔ مسلمان مٹ گئے لیکن انہیں ہوش نہ آیا۔ دولتیں غیروں کے پاس پہنچ گئیں اور انہیں اپنی غلطی کا اعتراف تک نہ ہوا۔ مغلوب قومیں غالب آکر آگے بڑھ گئیں مگر مسلمانوں کی خود رائی میں فرق نہ آیا۔ انہوں نے اپنی روش نہ چھوڑی اور ایک لمحہ کے لئے بھی اس پر نظر نہ ڈالی کہ اُن کی کوششوں کے اور اُن کے طرزِ عمل نے اُن کی برائے نام ترقی نے اُن کو اور دیگر مسلمانوں کو کیا فائدہ پہنچایا۔ ہاں ان کی حالت دن بدن بدتر سے بدتر ہوتی چلی گئی۔ دیکھو! مسلمان جب تک دین سے اجنبی اور مذہب سے ناآشنا رہیں گے اُس وقت تک کامیابی کی شکل نظر نہیں آسکتی۔ ہر قوم اپنے امتیازات و خصوصیات کی حمایت کرتی ہے۔ اور خوب محنت و کوشش اور لگن سے کام کرتی ہے اور اُسی میں اس کی ترقی کا راز پوشیدہ ہوتا ہے۔ ہندوؤں کو دیکھئے اپنی مذہبی رسوم پر کس مضبوطی سے قائم ہیں۔ انگریزی تعلیم، یورپ و امریکہ کی محبت ان کے سروں سے چوٹی کا ایک بال بھی دُور نہ کر سکی۔ ہندوؤں کی چوٹی تو نہ کٹی مگر مسلمانوں کی داڑھی اس جدید ترقی کی نذر ہو گئی۔ اور جن کی بچ گئی ان کی سنتِ رسول یورپ کے شیدائیوں

کی طعن و تشنیع کی تلوار سے محفوظ نہ رہ سکی۔ ہندوؤں کے دماغ سے گاؤ کا خیال تو نہ مٹ سکا مگر ہمارے مسلمان ہی اپنے فرائض چھوڑ بیٹھے۔ ہندوؤں نے جسقدر اپنے رسم و آئین کی حفاظت کی ہمارے مسلمان اُتنا ہی دین کی مخالفت میں سرگرم رہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ذلیل قومیں جن کو مسلمانوں کے نام سے جلّاب لگ جاتا تھا۔ آج وہ بھی مسلمانوں کے سامنے مثل شیر کے بلی کے مقابلہ کو آگئے۔ ہمارے مسلمان اپنے گھر برباد کرنے کو ترقی سمجھتے رہے۔ کبھی پردے کی مخالفت پر اصرار ہے تو کبھی سُود کے جواز پر بحث ہے۔ کبھی علماء دین کی توہین ہے اور علوم اسلامیہ کا رواج ختم کرنا اُن کا مقصدِ اعظم ہے۔ ان کی عمریں علماء دین پر تنقید و تشنیع میں گذر گئیں لیکن بفضلِ خداوند تعالیٰ یہ حضرات اپنے حق پر اور حق بیان کرنے پر قائم ہیں اور قائم رہیں گے انشاء اللہ العزیز۔

اسی لئے اعلیحضرت بریلویؒ فرماتے ہیں ؎

مِٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعداء تیرے
نہ مٹا ہے نہ مِٹے گا کبھی چرچا تیرا

ترقی اس میں ہے

کہ مسجدیں آباد کرو، امانت میں خیانت نہ کرو، صدق و صفائی میں اپنے اسلاف کا نمونہ پیش کریں۔ زیر دستوں پر رحم کریں ضعیفوں پہ امداد کا ہاتھ رکھیں ان کی مدد کرنا اپنی راحت سمجھیں، دیانتداروں سے تعلق رکھیں اور جن کو دیانتداروں سے نفرت ہو اُنہیں اپنے اخلاق سے درست کریں اور جب ووٹ دینے کا وقت آئے تو سب سے پہلے

یہ دیکھیں کہ شریعت کا پابند کس حد تک ہے، غریبوں سے ہمدردی ضروری سمجھتا ہے کہ نہیں۔ کیا اسلام سے بیزار اور دین سے بے خبر تو نہیں۔ کیا یہ مسجد میں جانا اپنی توہین تو نہیں سمجھتا۔ اگر آپ نے یہ نہ دیکھا کہ اس کا کریکٹر کیسا ہے اور اسے اپنے مطلب ہی سے غرض ہے تو اندازہ کریں کہ عوام کے مسائل کی کب پرواہ کرے گا۔

ترقی کا بنیادی پہلو دین ہے اگر دین ہی نہ رہا تو ترقی کس بات کی۔ بلکہ گمراہی کا گڑھا ہے۔ آجکل کے فدایانِ ترقی جو ترقی کے لئے دن رات شور مچاتے پھرتے ہیں وہ ذرا اپنی فہرست تو بتائیں کہ انہوں نے اپنے اسّی سالہ عہد میں مسلمانوں کو کتنا نفع پہنچایا خدارا سکولوں کالجوں لائبریریوں اور کلبوں کے لئے چندہ مانگنے کو ترقی کی فہرست میں شمار نہ کریں بلکہ یہ بتائیں کہ کتنے اُجڑے ہوئے گھر آباد ہو گئے اور کتنی ضائع شدہ جائیدادیں واپس آگئیں۔ آج سے کئی برس پہلے مسلمانوں کی جو مالی حالت تھی اس عہدِ ترقی میں ان کی دولت کتنی زیادہ ہو گئی۔ غریب مسلمانوں کی امداد کیلئے آپ نے کیا کچھ کیا۔ تعلیم یافتہ نوجوان ٹکریں مارتے پھرتے ہیں اور مدعیانِ ترقی میں سے کوئی بھی سہارا دینے والا نہیں۔ مسلمانو ہوشیار ہو جاؤ اور لفظی ترقی کی آواز اُٹھانے پر اعتبار نہ کرو۔ جن کے نزدیک ترقی یہ ہے کہ انگریزی ٹوپی سر پر رکھ لیں اور جانگیا پہن لیں، عورتوں کے بال کٹوا دیں، انہیں برہنہ چھوڑ دیں، برضامندی انہیں موقع دیں کہ غیروں کے ہاتھوں سے ہاتھ ملائیں۔ اس حیا سوز ترقی پر لعنت بھیجو۔ ہاں اسلام کو کماحقہٗ اختیار کرو اور جو کوئی خلافِ اسلام نظر آئے اُسے راہِ راست پہ لانے کی کوشش کرو، ترقی اس کا نام ہے۔

عورتوں کی ترقی اور اسکا نمونہ

حضرت رابعہ رحمۃ اللہ علیہا ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوئیں چونکہ آپ والدین کی چوتھی لڑکی تھیں اسلئے آپ کا نام رابعہ رکھا گیا۔ جس رات آپ پیدا ہوئیں گھر میں اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ آپ کو لپیٹ دیا جائے اور اتنا تیل بھی نہ تھا کہ آپ کی ناف پہ لگایا جائے یا چراغ روشن کیا جائے۔ چنانچہ ساری رات گھر میں اندھیرا رہا۔ آپ کی والدہ نے اور سب گھر والوں نے آپ کے والد کو مجبور کیا کہ ہمسایہ سے تیل لے آو۔ لیکن وہ خدا کے سوائے کسی سے مانگنا پسند نہ کرتے تھے۔ لوگوں کے بہت زیادہ اصرار پہ آپ اٹھے اور ہمسایہ کے دروازہ پہ گئے اور دروازہ کو ہاتھ لگا کر واپس آگئے اور گھر والوں سے کہا کہ دروازہ بند ہے۔

اسی غم میں آپ کو نیند آگئی تو خواب میں نبی کریم آقائے دوجہاں محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ اس شہر بصرہ میں ایک آدمی عیسٰی زادان نام کا ہے یہ میرا پیغام ایک کاغذ پر لکھ لو اور اسے دے دینا کہ اے عیسٰی زادان تو ہر روز مجھ پہ سو مرتبہ درود شریف بھیجتا ہے اور ہر جمعرات کو چار سو مرتبہ، وہ مقبول ہے۔ مگر گذشتہ جمعہ کو تم مجھ پر درود بھیجنا بھول گئے۔ اس کا کفارہ یہ ہے کہ اپنی حلال و طیب کمائی سے چار سو دینار اس شخص کو دیدے جو میرا پیغام لے کر آیا ہے۔

صبح ہوئی تو آپ کے والد یہ پیغامِ اقدس لے کر بصرہ کے مذکورہ

شخص کے پاس پہنچے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مبارک پیغام دیا
وہ شخص بہت شرمندہ ہوا اور ساتھ ہی خوشی کے عالم میں فرطِ مسرت سے
آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور آپ کو چار سو دینار دیدئے اور
رخصت کرتے وقت کہا کہ آئندہ کسی چیز کی ضرورت پڑے تو قاصد
روانہ کر دینا میں خود تمہاری خدمت میں لے کر حاضر ہو جاؤں گا۔

جب رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا بڑی ہوئیں تو والدین کا سایہ
سر سے اُٹھ گیا اور کچھ عرصہ بعد ملک میں قحط پڑ گیا جس کی وجہ سے
سب بہنیں ایک دوسری سے جدا ہو گئیں۔ جب آپ نے گھر سے باہر
قدم رکھا تو کسی ظالم نے انہیں لونڈی بنا کر فروخت کر دیا۔ خریدار آپ
کو گھر لے آیا اور سخت مشقت کا کام لینے لگا۔

ایک دفعہ یوں ہوا کہ آپ باہر تشریف لے جا رہی تھیں کہ کسی
نامحرم کو دیکھ کر پیچھے ہٹ گئیں اور گر پڑیں۔ آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا اسی
وقت آپ نے سربسجود ہو کر بارگاہِ الٰہی میں التجا کی:

"یا الٰہی! اگرچہ میں غریب ہوں، بے یار و مددگار رہوں، اب ہاتھ
ٹوٹ چکا ہے لیکن اس کی پرواہ نہیں کرتی اور صرف تیری رضا ہی
کی طلبگار رہوں۔"

اُسی وقت آواز آئی، رابعہ غم نہ کر۔ کل تمہارا مرتبہ اتنا ہو گا کہ تمام
آسمانوں کے مقرب فرشتے بھی تم پر رشک کریں گے۔ اس پر آپ خوش
خوش ہو گئیں اور اُٹھ کر اپنے مالک کے گھر آ گئیں۔

آپ ہمیشہ روزہ رکھتی تھیں اور اپنے مالک کی خدمت بجا لاتیں
جب گھر والے سو جاتے تو عبادتِ الٰہی میں مشغول ہو جاتیں۔ ایک رات

آپ کے آقا بیدار ہو گئے۔ اگرچہ چراغ بجھا ہوا تھا لیکن پورے گھر میں
روشنی ہی روشنی تھی۔ اُس نے بڑی حیرانگی سے اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک
کونہ میں حضرت رابعہؒ کو سربسجود پایا اور اس وقت ایک نور کی چادر
آپ کے سر پر تنی ہوئی تھی اور آپ سجدے میں کہہ رہی تھیں:۔

کہ "اے خداوندا! اگر میں دوسرے کے قبضہ میں نہ ہوتی تو ایک لمحہ
بھی تیری یاد سے غافل نہ ہوتی۔ تو نے مجھے ایک مخلوق کے قبضہ میں دے
رکھا ہے اس لئے میں دیر سے خدمت میں حاضر ہوئی۔"

یہ الفاظ سُن کر مالک حیران ہو گیا اور دل میں بہت شرمندہ ہوا کہ
میں خداوند تعالیٰ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اس بزرگ اور برگزیدہ ہستی
سے کوئی خدمت نہ لوں گا۔ پس صبح اُٹھ کر سب سے پہلے حاضر خدمت ہوا
اور کہا کہ آج سے آپ آزاد ہیں جہاں جی چاہے آپ رہیں اگر میرے گھر
ہی میں رہیں تو میں آپ کی خدمت عین سعادت سمجھوں گا۔ یہ سُن کر
آپ بہت خوش ہوئیں اور مکمل طور پر بارگاہِ خداوندی میں مشغول ہو
گئیں۔ آپ ہر روز ایک ہزار رکعت نماز ادا کرتی تھیں اور جب آپ
خواجہ حسن بصری کے وعظ میں حاضر ہوئیں تو حضرت خواجہ حقائق و معارف
کے دریا بہانے لگتے۔ لوگوں نے پوچھا کہ خواجہ صاحب ہمارے سامنے
تو عام وعظ فرماتے ہیں لیکن رابعہ کو دیکھ کر آپ بڑی بڑی رموز بیان
فرماتے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ جو شراب ہاتھیوں
کے لئے بنائی گئی ہو اس کو چیونٹیاں کب برداشت کر سکتی ہیں۔

ایک دفعہ آپ حج کو روانہ ہوئیں اور اپنا سارا سامان گدھے پر
لاد دیا۔ راستہ میں گدھا مر گیا۔ ریگستان کا سفر تھا لوگوں نے کہا ہم آپ

کاسب سامان اپنے اونٹوں پر لادلیتے ہیں۔ آپ نے ان سے فرمایا:
"میں تم لوگوں کے سہارے گھر سے نہیں نکلی تھی۔"
چنانچہ قافلہ والے آپ کو اکیلا ریگستان میں چھوڑ کر چلے گئے۔ اور
جب آپ صحرا میں اکیلی رہ گئیں تو سجدہ میں سر رکھ دیا اور بارگاہِ الٰہی
میں فریاد کی کہ اے میرے بادشاہ! "کیا غریب عاجزہ کے ساتھ ایسا
سلوک کرتا ہے۔ ابھی مناجات ختم بھی نہ ہونے پائی تھی کہ آپ کا گدھا
زندہ ہوگیا اور آپ سامان لاد کر مدینہ کی طرف روانہ ہوگئیں۔
اسی طرح آپ پھر کسی موقع حج کو جارہی تھیں کہ راستے میں دیکھتی
ہیں کہ کعبہ آپ کے استقبال کو آرہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے مکان کی
ضرورت نہیں۔

حضرت ابراہیم بن ادھمؒ

ایک دفعہ حضرت ابراہیم بن ادھم کا ارادہ ہوا کہ اور زائرین قدموں
کے بل جاتے ہیں میں آنکھوں کے بل جاتا ہوں۔ چنانچہ آپ ہر قدم پر
دو رکعت نفل نماز ادا کرتے ہوئے روانہ ہوئے اور چودہ سال کے بعد
مکہ معظمہ پہنچے اور کعبہ کی جانب نظر کی تو اُسے وہاں موجود نہ پایا یعنی
روحانیت کعبہ نہ تھی، خیال ہوا کہ شاید میری آنکھوں کو دھوکا ہوا ہے۔
مگر ہاتفِ غیب سے آواز آئی:
"اے ابراہیم بن ادھم یہ تیری آنکھوں کا دھوکہ نہیں کعبہ ہماری
ایک ضعیف و ناتواں بندی کے استقبال کو گیا ہے جو کہ ہمارے دربار

میں آرہی ہے۔"
یہ ندا سُن کر آپ پانی پانی ہوگئے۔ تھوڑی ہی دیر بعد دیکھا کہ حضرت
رابعہ بصریہؒ عصا کے سہارے چلی آرہی ہیں۔ چنانچہ کعبہ واپس اپنے مقام
پر واپس آگیا اور حضرت ابراہیم بن ادھمؒ نے رابعہ بصریہؒ سے کہا کہ تم نے یہ
کیا ہنگامہ برپا کر رکھا ہے۔ حضرت رابعہؒ نے فرمایا ہنگامہ تو تم نے برپا کر رکھا
ہے کہ چودہ سال کے عرصہ میں قدم قدم پر نماز پڑھتے کعبہ پہنچے۔ حضرت
ابراہیمؒ نے فرمایا کہ یہ ٹھیک ہے میں چودہ سال میں یہاں پہنچا۔ حضرت رابعہ
نے فرمایا تم نے تو نماز میں سفر کیا اور میں نے نیاز میں۔

آہ۔ ایک وہ وقت تھا

کہ عورت کی قدر و منزلت تھی اور آج جو ہے آپ دیکھ ہی رہے
ہیں۔ مسلمانو! اب بھی سوچ لیں تو مسلمان عورت آج بھی اپنی عزت
اور قدر بنا سکتی ہے لیکن آج تو اسے نئے فیشنوں، نئی تہذیب، بیحیائی
بے پردگی اور انگریزی تعلیم کے عشق نے اندھا کیا ہوا ہے۔ دین رہے یا
نہ رہے ایمان ہو نہ ہو لیکن سرخی پاوڈر کا ڈبہ ختم ہو جائے تو چاہے گھر کا
آٹا ہی کیوں نہ بیچنا پڑے وہ ضرور خریدنا ہوگا۔ پیٹ چاہے بھوکا رہے،
لب ضرور سُرخ ہونے چاہئیں۔ افسوس وہ وقت نہ رہا جبکہ اللہ کی بندی
حضرت رابعہؒ نے جیسا کہ پہلے بیان ہوا، کسی غیر محرم کو راستہ پر دیکھا اور
جلدی سے پیچھے ہٹیں کہ عصمت کو داغ نہ لگے تو اسی جلدی میں گریں،
بازو ٹوٹ گیا پھر بھی رضاءِ الٰہی پر صابر و شاکر رہیں۔
سبحان اللہ کیا شان ہے اللہ والوں کی، ایک دفعہ آپ کو کچھ

کمزوری محسوس ہوئی۔ نیند آئی اور سو گئیں۔ اتنے میں ایک چور نے آپ کی چادر اٹھالی اور چلنے لگا۔ جب دروازے پر گیا تو دروازہ نظر نہ آیا۔ پھر واپس ہوا تو نظر آنے لگا۔ اسی طرح پھر چلا تو اندھا ہوا واپس ہوا تو ٹھیک تھا۔ غیب سے آواز آئی کہ "اپنے آپ کو مصیبت میں نہ ڈال اس مکان والی نے اپنے آپ کو ہمارے حوالے یعنی اپنے دوست کی نگہبانی میں دے رکھا ہے یہاں تک کہ شیطان بھی یہاں داخل نہیں ہو سکتا تمہاری کیا مجال ہے۔ اگر ایک دوست سویا ہے تو دوسرا جاگتا ہے جو اس گھر کی حفاظت کرے گا۔"

ذرا غور و فکر سے کام لیں

ایک وہ بھی مسلمان تھے اور ہم بھی مسلمان ہیں۔ وہ بھی اللہ کی بندی تھی جب سو جاتی تو مالکِ کائنات اُن کی نگہبانی کرتا تھا، ایک یہ ہیں کہ سو جائیں تو چاہے کوئی عصمت ہی لوٹ لے۔ خدا تعالیٰ ہمیں اسلامی زندگی نصیب فرمائے۔

کسی نے حضرت رابعہ بصریہؒ سے پوچھا کہ آپ شیطان کی دشمن ہیں؟ فرمایا "رحمٰن کی دوستی چھوڑ کر شیطان کی دشمنی میں مشغول نہیں ہو سکتی"۔ پوچھا گیا۔ "جس کی عبادت کرتی ہو اُس کو کبھی دیکھا بھی ہے؟" فرمایا "اگر نہ دیکھتی تو اتنی عبادت کیوں کرتی"۔

ایک مرتبہ ایک نوجوان کو دیکھا کہ سر پر پٹی باندھ رکھی ہے۔ آپ نے وجہ دریافت کی۔ اُس نے کہا سر میں درد ہے۔ فرمایا تیری عمر کتنی ہے۔ کہا

تیس برس۔ پھر پوچھا کبھی پہلے بھی اس طرح درد ہوا۔ عرض کیا آج تک نہ ہوا۔ ارشاد فرمایا "افسوس تیس کی تندرستی کے شکریہ کی پٹی تو نہ باندھی لیکن ایک دفعہ کی بیماری پر شکایت کی پٹی باندھ لی"۔

فرمائیے وہ تو دوستیٔ رحمٰن اور دشمنیٔ شیطان تھی لیکن یہاں تو رحمٰن کی دوستی تو درکنار شیطان کی دوستی میں اس قدر غرق ہو چکی ہیں کہ خود شیطان کی بہن بننے کا تمغہ حاصل کر لیا۔ وہ خدا کی زیارت کرتی تھیں، ان کا باپ مر جائے تو کبھی اس کی زیارت بھی نصیب نہیں ہوتی۔ اِلّا ما شاءاللہ! خدا ہدایت بخشے۔

ایک اور متقیہ عورت

ایک بادشاہ کسی عورت پر عاشق ہو گیا۔ اُس نے عورت کے پاس بہت پیغام بھیجے لیکن کوئی جواب نہ آیا۔ بادشاہ کو اس عورت کی محبت میں کئی برس گذر گئے۔ اتفاق سے اُس عورت کا خاوند مر گیا۔ بادشاہ نے کچھ روز بعد عورت کو پھر پیغام بھیجا کہ "میں تجھ پر عاشق ہوں اور وقت کا بادشاہ ہوں۔" اس کے جواب میں عورت نے کہا تو میری کس چیز پر عاشق ہے۔ بادشاہ نے ایک سونے کی بنی ہوئی طشتری جس میں ہیرے جڑے ہوئے تھے، ایک خط لکھ کر ڈال بھیجا اس میں لکھا تھا "میں تمہاری آنکھوں پر عاشق ہوں"۔ عورت نے خط پڑھتے ہی اپنی دونوں آنکھیں چاقو سے نکال کر اُسی طشتری میں ڈال روانہ کیں اور کہا بادشاہ سے جا کر کہہ دو، اگر میری آنکھوں پر عاشق ہو تو آنکھیں حاضر ہیں۔ ایسی مثال

دنیا میں بہت کم ہے۔ اور آج جو ہو رہا ہے بیان سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب کتاب کو چند اللہ والیوں کے حالاتِ زندگی لکھ کر مزین و آراستہ کیا جاتا ہے تاکہ ضعیف ایمانوں کو تقویت حاصل ہو اور مردہ دلوں کیلئے حیاتِ ابدی کا باعث ہو۔ اور اس مقدس تذکرہ سے ہر مومن مرد و عورت حلاوتِ ایمانی سے سرشار ہو۔

اُمّ بنی آدم حضرت حوّا علیہا السّلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں جنّت میں ٹھہرایا۔ آپ جنّت میں اکیلے تھے۔ ایک دفعہ حضرت آدم علیہ السلام سو رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دائیں پسلیوں میں سے ایک پسلی نکال کر اس سے حضرت حوّا کو پیدا فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام جس وقت جاگے تو انہیں اپنے پاس بیٹھی ہوئی دیکھا۔ پوچھنے لگے تو کون ہے؟ انہوں نے کہا میں عورت ہوں۔ فرمایا تو کس لئے پیدا کی گئی ہے؟ کہنے لگیں اسلئے کہ آپ مجھ سے سکون و راحت حاصل کریں اور میں آپ سے!

اس سے ہمیں یہ **سبق** حاصل ہوتا ہے کہ عورت اور مرد کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے سکون کے لئے پیدا فرمایا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا۔ (پارہ ۲۱، رکوع ۵)

"اور اس کی نشانیوں میں سے کہ تمہارے لئے تمہاری جنس سے جوڑے بنائے کہ ان سے تم آرام حاصل کرو۔"

معلوم ہُوا کہ میاں بیوی کو اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے آرام وسکون کے پیدا کیا ہے اور یہ سکون اس صورت میں ہی مل سکتا ہے کہ بیوی اپنے خاوند کو خاوند اور خاوند اپنی بیوی کو بیوی سمجھے اور ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھتے ہوئے خدا و رسولؐ کے حکم کے مطابق زندگی گزارنے کے پابند ہوں۔

حضرت بی بی رحمت سلام اللہ علیہا

ان بزرگ خاتون کو حضرت ایوب علیہ السلام کی بیوی ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ آپ کی بڑی اطاعت گزار اور فرمانبردار اور جاں نثار تھیں۔ جب حضرت ایوب علیہ السلام بیمار ہوئے اور سارا جسم آبلوں سے بھر گیا۔ بدن مبارک پر زخم ہی زخم ہو گئے۔ سب لوگوں نے آپ کو چھوڑ دیا مگر آپ کی بیوی رحمت نے آپ کو نہ چھوڑا یہ ہمیشہ آپ کے ساتھ رہیں اور دل وجان سے آپ کی خدمت میں لگی رہیں۔ اسی حالت میں کئی سال گزر گئے۔ ایک روز یہ بازار میں سے

گذر رہی تھیں تو راہ میں شیطان طبیب کے رُوپ میں یہ اعلان کر رہا تھا کہ میں ہر بیماری والے کا علاج کرتا ہوں ۔ بی بی صاحبہ شیطان کو نہ جان سکیں اور اپنے شوہر حضرت ایوّب علیہ السّلام کے علاج کی خاطر اُس کے پاس جا کر آپ کا سارا حال کہہ سُنایا ۔ شیطان جو دراصل اسی لئے سارا ڈھونگ رچا رہا تھا بی بی رحمت سے کہنے لگا میں ان کا علاج کرتا ہوں ٹھیک ہو جائیں گے مگر اس کا معاوضہ یہ ہو گا کہ جب وہ اچھے ہو جائیں تو مجھ سے صرف کہہ دیں اَنْتَ شَفَیْتَنِیْ "تو نے مجھے شفا دی ہے" ۔ بس اس کے سوا کوئی فیس نہیں ہے ۔ بی بی رحمت بہت خوش ہوئیں اور گھر آ کر حضرت ایوّب علیہ السلام سے یہ واقعہ بیان کیا ۔ حضرت ایوّب علیہ السّلام جان گئے کہ وہ طبیب کے بھیس میں شیطان ہے ۔ آپ غضب میں آ گئے اور فرمایا تم اُس کے پاس کیوں گئی تھیں ؟ میں اچھا ہو گیا تو خدا کی قسم تمہیں سو کوڑے ماروں گا ۔ جب آپ صحت یاب ہو گئے تو حضرت جبرئیل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ کی بیوی نے آپ کی بہت خدمت کی ہے ۔ اور آپ نے اسے سو کوڑے مارنے کی قسم کھا رکھی ہے ۔ اب اس قسم کو اس طرح پُورا کریں کہ ایک ایسا جھاڑو جس کی سو شاخیں ہوں ، ہاتھ میں لے کر ایک دفعہ مار دیجئے ۔ اس طرح آپ کی قسم پُوری ہو جائے گی ۔

اس سے ہمیں یہ **سبق** ملتا ہے کہ خاوند کی خدمت سے اللہ پاک راضی ہوتا ہے ۔ ہماری عورتوں کو بھی حضرت بی بی رحمت کے کردار سے سبق حاصل کرنا چاہئے ۔ اور اپنے خاوند کی خدمت سے

کبھی بیزار نہیں ہونا چاہیئے ۔ اور ان کی بیماری میں اور ہر تکلیف میں جان و دل سے حقِ خدمت گذاری ادا کرنا چاہیئے

حضرت بی بی صفورا سلام اللہ علیہا

حضرت موسٰی علیہ السّلام کے ہاتھ سے جب قبطی مر گیا اور اُس کی شکایت فرعون کو پہنچی ـــــ تو اُس نے آپ کی مخالفت شروع کر دی ۔ اور حکم دیا کہ موسٰیؑ کو قتل کر دیا جائے ۔ لوگوں نے آپ کو تلاش کرنا شروع کر دیا ۔ آپ نے کسی کے مشورہ سے مصر چھوڑا اور جان بچا کر مدین کی طرف تشریف لے گئے ۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام مقیم تھے اور یہ شہر فرعون کی سلطنت سے باہر تھا ۔ حضرت شعیب علیہ السّلام کا گذارا بکریوں پر تھا ۔ آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں ۔ مدین کے باہر ایک کنویں پر دیکھا کہ بہت سے لوگ جمع ہیں اور ڈول کھینچ کر اپنے جانوروں کو پانی پلاتے ہیں ۔ حضرت شعیب علیہ السّلام کی یہ دونوں صاحبزادیاں بھی اپنے جانوروں کو علیحدہ روکے ہوئے کھڑی تھیں ۔ موسٰی علیہ السّلام نے ان لڑکیوں سے پوچھا کہ تم اپنی بکریوں کو پانی کیوں نہیں پلاتیں ۔ انہوں نے کہا ہم ڈول نہیں کھینچ سکتیں ۔ ان لوگوں کے جانے کے بعد جو پانی حوض میں بچ جائے گا وہ ہم اپنی بکریوں کو پلا لیں گی ۔ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو ان کی حالت پر رحم آ گیا اور ایک دوسرے ساتھ والے کنویں پر جس پر ایک بہت بڑا

بھاری پتھر رکھا ہُوا تھا اور کئی آدمیوں کے مل کر ہلانے سے بھی نہ
ہل سکتا تھا، آپ نے وہ پتھر ہٹا دیا اور کنوئیں میں سے ڈول کھینچ کر
ان کی بکریوں کو پانی پلا دیا۔ دونوں صاحبزادیوں نے جاکر اپنے والد
ماجد حضرت شعیب علیہ السلام سے موسٰی علیہ السلام کا یہ واقعہ بیان
کیا۔ حضرت شعیب علیہ السّلام نے اپنی بڑی صاحبزادی صفورا سے
فرمایا، جاؤ اس مردِ نیک سیرت کو میرے پاس بُلا لاؤ۔ قرآن مجید
میں ہے:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِیْ عَلَی اسْتِحْیَآءٍ

ترجمہ: "تو ان دونوں میں سے ایک اس کے پاس آئی
شرم سے چلتی ہوئی۔"

مفسّرین لکھتے ہیں کہ یہ اپنے چہرے کو ڈھانپے ہوئے اور جسم
کو چھپائے ہوئے بڑی شرم وحیا کے ساتھ چلتی ہوئی حضرت موسٰی
علیہ السّلام کے پاس آئی اور کہا کہ میرے والد نے آپ کو بُلایا ہے۔
چنانچہ آپ حضرت شعیب علیہ السّلام کی زیارت کا ارادہ کرکے چل پڑے۔
اور صفورا سے فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلو اور راستہ بتاتی جاؤ۔ اس
میں آپ کا مطلب پردے کا اہتمام تھا۔ حضرت شعیب علیہ السّلام کے
پاس پہنچے اور سارے حالات بیان کئے۔ تو انہوں نے تسلّی دیتے ہوئے
فرمایا اب تم میرے پاس رہو خدا نے تمہیں ظالموں سے بچا لیا ہے۔ چنانچہ
آپ دس برس تک حضرت شعیب علیہ السّلام کے پاس رہے اور حضرت
شعیب علیہ السّلام نے اپنی صاحبزادی صفورا کا نکاح حضرت موسٰی علیہ
السّلام سے کر دیا۔ (پ۲۰ - ع ۶)

اس حکایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ نیک لوگوں کی نیک
لڑکیاں حضرت صفورا کی طرح شرم وحیا اور پردے سے چلتی ہیں۔ پاک
لوگ اپنی لڑکیوں کو باپردہ اور باحیا رہنے کا حکم دیتے ہیں۔ اور اُن
کا ننگے سر منہ بازاروں میں پھرتے نہیں دیتے اور نیک لڑکیاں غیروں
کو مجلس میں بے حیائی سے ان کے ساتھ ہاتھوں میں ہاتھ نہیں ملاتیں۔

حضرت مریم علیہا السّلام

حضرت مریمؑ کسی شخص کی بیوی نہیں۔ البتہ ایک اولوالعزم پیغمبر کی والدہ ہیں
ان کا ذکر اس باب میں کرنا مناسب ہے اور بہت اہمیت رکھتا ہے۔

حضرت مریم علیہ السلام کے والد کا نام عمران تھا اور ان کے خالو حضرت
زکریا علیہ السّلام تھے۔ عمران کی بیوی کا نام حنہ تھا۔ اور حضرت زکریا علیہ
السّلام کی بیوی کا نام الیشاع تھا۔ عمران کی بیوی حضرت حنہ سے ایک
زمانہ تک اولاد نہ ہوئی۔ یہاں تک کہ بڑھاپا آگیا اور مایوسی آگئی۔
یہ اللہ کے مقبولین کا خاندان تھا اور یہ سب اللہ والے اور خدا پرست
بندے تھے۔ ایک روز حنہ نے ایک درخت کے سایہ تلے ایک چڑیا
اپنے بچے سمیت دیکھی جو اُس کے منہ میں دانہ ڈال رہی تھی۔ یہ دیکھ کر
آپ کے دل میں اولاد کا شوق مزید بڑھ گیا اور بارگاہِ خداوندی میں
دُعا کی۔ کہ یا رب اگر تو مجھے بچّہ دے تو میں اس کو بیت المقدس کا خادم بنا

دونگی اور اس خدمت کے لئے پیش کردوں۔ چنانچہ خداتعالیٰ نے دُعا
سُن لی اور جب وہ حاملہ ہوئیں اور اپنی نذر شوہر سے بیان کردی۔
تو ان کے شوہر نے فرمایا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ اگر لڑکی ہوگئی تو وہ اس
قابل کہاں ہے۔ اس زمانے میں لڑکوں کو بیت المقدس کی خدمت کے
لئے دیاجاتا تھا اور لڑکیاں عوارضِ نسوانی اور مردوں کے ساتھ نہ رہ
سکنے کے باعث اس قابل نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ وضع حمل سے پہلے عمران
کا انتقال ہوگیا اور حضرت حنہ کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اور اللہ کے فضل
سے ایسی لڑکی ہوئی جو فرزند سے زیادہ فضیلت رکھنے والی تھیں۔
یہ صاحبزادی ہی حضرت مریم تھیں اور اپنے زمانہ کی عورتوں میں سب
سے اجمل وافضل تھیں۔ مریم نام اس لئے رکھا گیا کہ مریم کا معنی ہے
عابدہ۔

(قرآن مجید پ۳، ع ۱۲؛ تفسیر خزائن العرفان ص۸۰-۸۱)

اس حکایت سے یہ **سبق** ملتا ہے کہ اللہ پاک
اپنے نیک بندوں کی دُعائیں سُنتا اور قبول فرماتا ہے۔ جس طرح کہ
حضرت حنہ کو بڑھاپے میں بچہ عطا فرمادیا اور حضرت حنہ کی تمنا
پوری کردی اور حضرت حنہ کی تمنا بھی ہمارے لئے نمونہ ہے کہ خدا
بچہ دے تو میں اسے بیت المقدس کی خدمت کے لئے وقف کردوں
گی۔ آج کل کی ماؤں کی طرح نہیں کہ خدا بچہ دے تو اُسے لندن بھیجوں
گی، اُسے ڈی سی بناؤں گی، اُسے تھانیدار ہی بناؤں گی۔ وہ الگ
بات ہے کہ تھانیدار صاحب اپنی ماں ہی کو ہتھکڑی لگانے آدھمکیں۔
ہاں اللہ سے دعا کریں کہ اولاد دے تو اُسے دین کا خادم بناؤں گی۔

حضرت مریمؑ حُجرے میں

حضرت حنہ نے اپنی نذر کے مطابق مریم کی ولادت کے بعد
ایک کپڑے میں لپیٹا اور بیت المقدس کے احبار کے سامنے
پیش کردیا۔ یہ احبار حضرت ہارون علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے
چونکہ حضرت مریم اُن کے امام کی بیٹی تھیں اور اُن کا خاندان تمام
بنی اسرائیل میں معزز اور اُونچا خاندان تھا اس لئے ان سب نے
جن کی تعداد ستائیس تھی، حضرت مریم کو لینے اور اُن کا کفیل بننے
کی رغبت تھی۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے فرمایا، میں چونکہ مریم کا
خالو ہوں اس لئے سب سے زیادہ حق میرا ہے۔ فیصلہ یہ ہُوا کہ قرعہ
اندازی کی جائے۔ قرعہ ڈالا تو حضرت زکریاؑ کے نام ہی نکلا۔ اور
آپ حضرت مریم کے کفیل بنے۔ آپ نے اس کے بعد بیت المقدس
میں حضرت مریم کے لئے ایک حجرہ بنایا اس میں آپ رہنے لگیں۔
حضرت مریم چونکہ مادرزاد ولیہ تھیں اس لئے آپ کی یہ کرامت
تھی کہ ایک دن میں اتنا بڑھتیں جتنا دوسرا بچہ سال میں بڑھتا
ہے۔ پھر آپ نے کسی عورت کا دودھ بھی نہیں پیا۔ بلکہ حضرت
زکریا جب کمرہ بند کرکے اُسے قُفل لگا کر باہر تشریف لے جاتے
اور واپس آتے تو ان کے پاس رنگا رنگ بے موسم پھل موجود پاتے۔
ایک دن آپ نے حضرت مریم سے یہ منظر دیکھا تو پوچھا:

یٰمَرْیَمُ اَنّٰی لَكِ هٰذَا

"اے مریم! یہ میوے تیرے پاس کہاں
سے آتے ہیں۔"

آپ نے جواب دیا:

هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط

"وہ اللہ کے پاس سے آتے ہیں۔"

یہ بھی حضرت مریمؑ کی کرامت تھی کہ آپ نے اس کم سنی میں حضرت زکریا علیہ السلام کی بات سن کر اس کے جواب میں فرمایا کہ یہ اللہ کے پاس سے آئے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے جب یہ دیکھا کہ قادر و قیوم اللہ تعالیٰ حضرت مریم کے پاس بے موسم پھل بھیج رہا ہے تو فرمایا جو ذات پاک مریم کو بے موسم اور بغیر سبب کے میوہ عطا فرمانے پر قادر ہے وہ بے شک یہ بھی کر سکتا ہے کہ مجھے بڑھاپے میں بانجھ سے بھی فرزند عطا فرما دے۔ اس خیال سے:

هُنَالِكَ دَعَا زَكَرِيَّا رَبَّهٗ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ
مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً اِنَّكَ سَمِيْعُ الدُّعَآءِ

(پ۳ ع ۱۲)

"یہاں زکریاؑ نے اپنے رب کو پکارا، عرض کی اے
میرے رب مجھے اپنی طرف سے دے ستھری
اولاد۔ بیشک تو ہی ہے دعا سننے والا۔"

چنانچہ وہاں دعا مانگنے کا یہ اثر ہوا کہ جبرئیل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا:

اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰى

"اللہ آپ کو یحییٰ کا مژدہ دیتا ہے۔"

اس سے یہ **سبق** حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے وہ کسی کام کو خلافِ فطرت کرنا چاہے تو کچھ عار نہیں سمجھتا۔ جیسے حضرت مریم کو ایک دن میں دوسرے بچوں کے سال کے برابر بڑھا دینا اور ان کے لئے مقفل حجرہ میں بے موسم اور رنگا رنگ پھل بھجوا دئے۔ اور یہ بھی پتہ چلا کہ جہاں اللہ کے مقبول بندوں کے قدم لگ جائیں وہ جگہ دعا کی قبولیت کا مقام بن جاتی ہے جس طرح حضرت زکریا علیہ السلام نے حضرت مریم کے حجرے میں دعا مانگی اور وہیں فوراً قبول ہوئی نیز حضرت مریم سلام اللہ علیہا کو مزید یہ انعام و کرام بخشا کہ انہیں حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا اور وہ بھی بن باپ کے جو قدرتِ کاملہ کے ظہور کی نشانی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے وقت ان کے ہاتھ لگنے سے سوکھی کھجور کا درخت ہرا بھرا ہو کر تازہ کھجوریں گرانے لگا۔ اور یہی مبارک خاتون ہیں کہ ان کے انگلی کے اشارے سے عیسیٰ علیہ السلام نے دو تین دن کی عمر میں کلام فرمایا۔ جس میں اپنی رسالت، انجیل کے نزول اور اپنی والدہ محترمہ کی طہارت و بریت کا اعلان فرمایا۔

اللہ کے مقبول بندوں کی بہت بڑی شان ہے۔

اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا

حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم کی ازواجِ مطہرات میں سے سب سے پہلی بیوی اُمّ المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ اُمّ المومنین حضرت خدیجہؓ بیوہ تھیں اور مکّہ میں رئیسہ و تاجرہ تھیں۔ دولت و ثروت کے علاوہ حسنِ صورت و حسنِ سیرت میں بھی اعلیٰ درجہ کی حامل تھیں اور طاہرہ کے لقب سے مشہور تھیں۔ ان دنوں قریش کے تجارتی تعلقات شام سے زیادہ تھے اور حضرت خدیجہؓ کا مال وہاں کثرت سے فروخت ہوتا تھا۔ چنانچہ حضرت خدیجہ لوگوں کو ملازم رکھتی تھیں اور ان کے ذریعے اپنا کاروبار کرتی تھیں۔ خدا نے روپیہ پیسہ کثرت سے دیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی عمر شریف ۲۵ سال کی ہوئی۔ اس وقت آپ کے پاکیزہ اخلاق اور امانت و صداقت کا خوب چرچا ہو چکا تھا۔ یہاں تک کہ عرب کے کونے کونے میں آپ کو صادق و امین کہا جاتا تھا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جن کی عقیدت نواز آنکھیں پہلے ہی کسی ایسے فردِ مقدّس کی جستجو میں تھیں، بڑے شوق سے آپ کی پذیرائی کے لئے آمادہ ہوئیں۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اگر آپ میرا مالِ تجارت شام تک لے جایا کریں تو میں اپنا میسرہ غلام آپ کے ساتھ کر دوں گی اور جتنا معاوضہ

اور لوگوں کو دیتی ہوں اس سے دوگنا آپ کو دیا کروں گی۔ ادھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو اپنے سرپرست چچا ابوطالب کے ذریعہ سے خدیجہ کی تجارت کا حال معلوم ہو چکا تھا۔ اس لئے آپؐ نے بلا تکلف منظور فرمالیا۔ اور اشیائے تجارت لے کر بصرہ کا رُخ کیا۔ اتّفاق کی بات آپؐ جتنا مال لے گئے تھے وہ سب فروخت ہو گیا اور مکّہ میں آکر جب نفع کا حساب کیا گیا تو جتنا پہلے ہوا کرتا تھا، اُس سے دوگنا تھا۔ حضرت خدیجہ بہت خوش ہوئیں۔ اور جتنی رقم آپؐ کے لئے نامزد کی تھی اُس سے دوگنی نذر کی۔

اس دوران میں حضرت خدیجہ کو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے کافی حالات معلوم ہو چکے تھے۔ اور ان کی نگاہوں میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی وقعت بڑھتی جاتی تھی۔ چنانچہ اُنہوں نے اپنی ایک سہیلی نفیسہ پیامبر بنا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو پیامِ نکاح بھیجا۔ حضرت خدیجہؓ کے باپ کا انتقال ہو چکا تھا۔ اس لئے ان کے چچا عمرو بن اسد انؓ کے سرپرست تھے۔ آخر کار حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے چچا ابوطالب اور تمام اکابرِ خاندان حضرت خدیجہ کے مکان پر جمع ہوئے۔ ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور پانچ سو درہم طلائی مہر قرار پایا اور حضرت خدیجہ حضور کے نکاح میں آگئیں۔ اس وقت حضورؐ کی عمر شریف پچیس سال اور خدیجہ کی عمر چالیس سال کی تھی۔

(طبقات ابن سعد ص۹)

(اصابہ ص۵۳۹)

حضرت خدیجہ رضؓ کا ایثار

حضرت خدیجہؓ کا نکاح جب حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے ہوگیا تو حاسد لوگ انگاروں پر لوٹنے لگے اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے متعلق بڑے نازیبا کلمات کہنے لگے۔ اور کہنے لگے کہ محمد جو ایک مفلس اور غریب آدمی ہے۔ خدیجہ نے اتنی مالدار ہو کر اس سے نکاح کر لیا۔ حضرت خدیجہؓ نے جب یہ طعن سُنا تو اُنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے بارے میں بڑی غیرت آئی کہ لوگ آپ کو مفلس کہتے ہیں۔ انہوں نے تمام رؤسار کو بلا کر اُنہیں گواہ کیا کہ مَیں جس قدر مال کی مالک ہوں وہ سب مَیں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو دے دیا۔ اب میرے اور میرے سب مال کے مالک حضور ہیں۔ اب اگر مفلس ہوں تو مَیں ہوں۔ اور یہ حضور کا کرم ہو گا اگر وہ میری مفلسی پہ راضی ہو جائیں۔ یہ سُن کر تمام حاضرین ششدر رہ گئے۔ اور اب حاسد یُوں گویا ہوئے کہ محمد سب سے زیادہ مالدار ہو گیا۔ اور خدیجہ مفلس ہو گئی۔ حضرت خدیجہ نے یہ بات سنی تو بہت خوش ہو گئیں اور اس عار کو اپنے لئے فخر کی بات سمجھا۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلّم حضرت خدیجہ کے اس ایثار پر بڑے خوش ہوئے اور دل میں سوچا کہ خدیجہ کے اس ایثار کا مَیں اسے کیا صلہ دوں۔ اتنے میں جبرئیل آئے اور عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ فرماتا ہے کہ خدیجہ کے اس

ایثار کا صلہ ہمارے ذمّہ ہے۔ چنانچہ ایک عرصہ تک حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس صلہ کا انتظار کیا یہاں تک معراج کو تشریف لے گئے۔ اور جنّت کو ملاحظہ فرمایا تو وہاں ایک عظیم الشّان محل دیکھا جس میں وہ نعمتیں تھیں جو نہ آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سُنیں۔ آپؐ نے جبرئیل سے دریافت کیا کہ یہ محل کس کے لئے ہے؟ عرض کیا۔ یہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے ہے۔ حضورؐ نے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا، مبارک ہو۔ خدا نے تمہارے ایثار کے صلہ میں بڑی بہترین چیز تیار کی ہے۔

(نزہۃ المجالس باب مناقب اُمّہات المومنین صہ ۱۴۰ ج ۲)

اس سے یہ **سبق** حاصل ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو مفلس کہنا اور یہ کہنا کہ آپ کو کوئی اختیار نہیں حاسدوں کا شیوہ ہے۔ چنانچہ قرآن مجید فرماتا ہے:

أَمْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَىٰ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ۔ (پ۵ ع ۵)

"یا لوگوں سے حسد کرتے ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔"

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان ملعونوں کا ذکر فرمایا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی عزّت اور عظمت اور ہر قسم کی نعمت کو دیکھ کر حسد کیا کرتے تھے۔ اور معلوم ہُوا کہ حضورؐ کے پاس سب کچھ تھا اور اسی بات پر کفّار حسد کرتے تھے۔ اور یہ حاسدوں کا عقیدہ ہے کہ حضورؐ کے پاس کچھ نہیں۔

ام المومنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو سب مومنوں کی ماں ہیں انہوں نے نہ صرف اپنے مال کا بلکہ اپنی جان کا بھی حضورؐ کو مالک سمجھا۔ اور یہ ان کی تواضع تھی کہ مالکِ کونین کے نکاح میں آکر اپنے آپ کو مفلس کہا۔ حضرت خدیجہؓ سے زیادہ خوش بخت، امیر اور عظمت کا مالک کون ہو سکتا ہے۔ جس کے خود حضورؐ ہو گئے ع

جس کے حضورؐ ہو گئے اُس کا زمانہ ہو گیا

یہ بھی پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم، آپؐ کے محبوبوں اور آپؐ کی مجالس پر خرچ کرنا جنّت میں اپنے لئے محل بنانا ہے۔ اور مسلمان کا کردار یہ ہے کہ ؎

محمدؐ ہے متاعِ عالمِ ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا

حضرت خدیجہؓ کی سہیلیاں

ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں۔ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت خدیجہؓ کا اکثر ذکر فرماتے رہتے تھے بعض اوقات حضور صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح فرماتے اور گوشت حضرت خدیجہ کی سہیلیوں کے گھر بھیجتے۔ صرف اس لئے کہ یہ حضرت خدیجہؓ کی سہیلیاں تھیں۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۶۵)

اس حدیث سے یہ سبق حاصل ہوتا ہے کہ سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے از حد پیار تھا۔ اور آپ ان کا ذکر اکثر فرمایا کرتے تھے۔ اور معلوم ہوا کہ جس سے محبت ہو اُس کا ذکر کرنا سُنّتِ مصطفیٰؐ ہے۔ اور پھر یہ بھی کہ خدیجہؓ کا ذکر بھی فرماتے اور بکری ذبح کر کے اس کا گوشت حضرت خدیجہؓ کی سہیلیوں کو بھی بانٹتے۔ اسی طرح آج مسلمانوں کو چونکہ حضورؐ سے محبت ہے اسی لئے حضورؐ کے ذکر کی محفلیں منعقد کرنا ضروری سمجھتے ہیں خواہ محفلِ میلاد ہو یا محفلِ گیارہویں اصل مقصود ذکرِ مصطفیٰؐ ہی ہوتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوا کہ محبوب کے ذکر کے ساتھ اس کے نام کی کوئی چیز تقسیم بھی کر دینی چاہیے۔ اسی لئے ہم مسلمان حضورؐ کے ذکر کے بعد شیرینی بانٹتے ہیں جو حضورؐ کا طریقہ ہے۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدّیقہ رضی اللہ عنہا

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے وصال کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک عرصہ تک غمگین رہے۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کی بیوی خولہ بنت حکیم نے حضورؐ کی یہ حالت دیکھی تو آپ کو عقدِ ثانی کا مشورہ دیا۔ حضورؐ نے فرمایا کہاں؟ اس نے عرض کی، آپ کے لئے کنواری اور بیوہ دونوں کے رشتے موجود ہیں۔ حضورؐ نے دریافت فرمایا تو خولہؓ نے کہا کہ کنواری حضرت ابوبکر صدّیقؓ کی بیٹی عائشہؓ ہے اور بیوہ سودا بنتِ ربیعہ ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دونوں سے کہو۔ خولہ حضرت ابوبکر صدیقِ اکبرؓ کے گھر پہنچیں اور اُمّ رومان حضرت عائشہؓ کی والدہ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اپنی خواہش کا اظہار فرمایا۔ تو دونوں نے راضی خوشی حضرت عائشہ کو حضورؐ کے عقد میں دے دیا۔

(ابوداؤد، کتاب الادب)

اس سے یہ **سبق** ملتا ہے کہ اگر کسی کی بیوی کا انتقال ہوجائے تو اُسے عقدِ ثانی کر لینا چاہیئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:۔

وَاَنْكِحُوا الْاَیَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ

"اور نکاح کردو اپنوں میں اُن کا جو بے نکاح ہوں اور اپنے لائق بندوں اور کنیزوں کا۔" (پ۱۸ ع ۱۰)

اور مفسّرین کرام فرماتے ہیں کہ یہ حکم سب کے لئے عام ہے خواہ کنوارے ہوں یا غیر کنوارے۔ یعنی جس کی بیوی فوت ہو جائے وہ عقدِ ثانی کرے، اسی طرح جس کا خاوند مرجائے وہ بھی دوسرا نکاح کرلے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا عقدِ ثانی فرما کر عقدِ ثانی کو سُنّتِ نبویؐ قرار دے دیا۔

حضرت عائشہ کا نکاح اور رخصتی ماہِ شوال میں

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح اور رخصتی یکے بعد دیگرے ماہِ شوال میں ہوئے۔ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس مہینہ میں شادی کی تقریب کو زیادہ پسند فرماتی تھیں اور فرمایا کرتی تھیں کہ میرا نکاح بھی اور رخصتی بھی ماہِ شوال میں ہوئی اور مجھ سے زیادہ خوش قسمت شوہر کے نزدیک کوئی نہیں۔

دراصل کسی زمانہ میں شوّال کے مہینے میں طاعون کی وبا پھیلی تھی جس وجہ سے لوگ اس ماہ کو منحوس خیال کرتے تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس ماہ شوال میں نکاح کرنا اور رخصتی کرانا گویا عرب کی اوہام پرستی کو دُور کرنا تھا۔

(طبقات ابن سعد ج۸ ص۴۳، نزہۃ المجالس ج۲ ص۱۴۳)

افسوس کہ آجکل کے مسلمان بھی اسی قسم کی اوہام پرستیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ مثلاً ہمارے یہاں یہ خود ساختہ مسئلہ عام ہے کہ دو عیدوں کے درمیان نکاح نہیں ہوتا۔ نزہۃ المجالس کے اسی صفحہ پر یہ روایت مذکور ہے کہ ماہ شوال میں نکاح کرنا مستحب ہے مگر یار لوگ کہتے ہیں کہ ماہِ شوال یعنی دو عیدوں کے درمیان نکاح جائز نہیں۔ اسی طرح جو لوگ محرم شریف کے مہینہ میں شادی کرنا ناجائز سمجھتے ہیں۔ یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں۔ تعجب ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ میدانِ کربلا میں حضرت سکینہ اور امام قاسم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا نکاح بیان کرتے ہیں۔ اور مصنوعی روایات سُنا سُنا کر لوگوں کو رُلاتے ہیں اور اِدھر یہی کہتے ہیں کہ محرم شریف میں نکاح کرنا ناجائز ہے۔ اس طرح تو سال بھر میں کوئی دن ایسا نہیں گزرا، جس میں کوئی نبی ولی شہید نہ ہُوا ہو یا ان کا وصال نہ ہُوا ہو۔ سب سے زیادہ رنج دہ اور پریشان کن وہ دن تھا جس دن سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف ہوا، اس طرح پھر ربیع الاوّل شریف میں بھی نکاح نہ کرنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور عائشہ رضی اللہ عنہا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب کبھی تم مجھ سے راضی ہوتی ہو تو میں جان لیتا ہوں اور جب کبھی مجھ سے خفا سی ہوتی ہو تو بھی جان لیتا

ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، یارسول اللہ وہ کس طرح؟ فرمایا تم جب راضی اور خوش ہوتی ہو تو قسم کھاتے وقت یوں کہتی ہو: لَا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ۔ "مجھے محمدؐ کے رب کی قسم"! اور جب کبھی خفا ہوتی ہو تو قسم یُوں کھاتی ہو لَا وَرَبِّ اِبْرَاهِيْم "مجھے ابراہیم کے رب کی قسم! حضرت عائشہؓ نے عرض کی، بیشک یارسول اللہ بات یُوں ہی ہے۔ لیکن یارسول اللہ:

مَا اَهْجُرُ اِلَّا اِسْمَكَ (مشکوٰۃ شریف ص۲۸۰)

میں صرف آپ کا نام چھوڑتی ہوں نا۔ آپ کی محبت تو میرے دل کی تہوں میں بدستور موجود ہے۔

اس روایت سے یہ سبق ملتا ہے کہ چونکہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادائے مبارک تعلیم اُمت کے لئے ہے اس لئے اگر کبھی میاں بیوی میں قدرے اختلاف ہو جائے تو اُسے بڑھانا نہیں چاہیے۔ بلکہ نرمی اور پیار سے اس کا رفع دفع کر لینا چاہیے۔ اور مرد کو تحمّل و برداشت سے پیار ہی پیار میں بیوی کو خوش کر لینا چاہیے۔ اس قسم کی باتیں گھر میں ہوتی ہی رہتی ہیں۔ مردوں کو حضورؐ کی سُنّت اور عورتوں کو حضرت عائشہؓ کی سُنّت پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ یعنی دل میں خاوند کی محبت و تعظیم کو بہرحال اور بدستور قائم رکھے۔ قربان جائیں اس سرور کائنات کی مبارک اداؤں پر، آج اگر ہم حضورؐ کی سیرتِ طیبہ کو دل و جان سے قبول کرلیں تو تمام ناچاقیاں اور جھگڑے

ختم ہو سکتے ہیں ۔

اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا امتیاز

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی نعمتیں عطا فرمائی ہیں جو فقط میرا ہی حصہ تھا ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال شریف میرے ہی گھر میں ہُوا اور میری ہی نوبت میں ۔ یعنی جس روز حضورؐ نے میرے گھر میں رہنا تھا اُسی روز آپ کا وصال مبارک ہُوا (حضورؐ نے اپنی ازواجِ مطہراتؓ کے لئے دن مقرّر فرمار کھے تھے کہ فلاں دن فلاں کے گھر اور فلاں دن فلاں کے گھر رہوں گا) اور حضورؐ کا جب وصال ہُوا تو آپؐ میرے سینہ اور گردن سے تکیہ لگائے ہوئے تھے اور سب سے بڑی نعمت جس سے اللہ نے مجھے مخصوص فرمایا ، وہ یہ ہے کہ وصال کے وقت میرا لُعاب دہن (تھوک) اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لُعاب دہن شریف جمع فرما دیا ۔ اور وہ اس طرح کہ میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکر آئے ، تو ان کے ہاتھ میں مسواک تھی ۔ اور حضورؐ نے میرے جسم سے تکیہ لگایا ہوا تھا ۔ حضورؐ نے مسواک کی طرف دیکھا ۔ میں نے سمجھا کہ آپؐ مسواک کرنا چاہتے ہیں ۔ چنانچہ میں نے عرض کی ، کیا آپ کے لئے مسواک لاؤں ۔ حضورؐ نے اپنے سرِ انور سے اشارہ فرمایا ، کہ ہاں ۔ میں نے مسواک لے کر حضورؐ کو دی ۔ آپؐ نے مُنہ میں

ڈالی تو وہ سخت تھی ۔ میں نے عرض کیا ، کیا میں اسے نرم کر دوں ؟ فرمایا ہاں ۔ میں نے مسواک کو اپنے مُنہ سے چبا کر اُسے نرم کر دیا اور حضورؐ کو دی ۔ آپ نے لے کر اپنے منہ میں ڈال لی ۔ اس طرح میری تھوک اور حضورؐ کا لُعابِ دہن شریف جمع ہو گئے ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۳۹)

سبق اس روایت سے یہ سبق حاصل ہوا کہ اُمّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو تمام ازواجِ مطہراتؓ میں بعض ایسے امتیاز حاصل ہیں جو آپ کے سوا کسی میں نظر نہیں آتے ۔ آج حضورؐ کا جو روضہ انور ہے یہ حضرت عائشہؓ کا گھر تھا ۔ حدیث شریف میں آتا ہے ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

مَاقَبَضَ اللّٰہُ نَبِیًّا اِلَّا فِی الْمَوَاضِعِ الَّذِیْ یُحِبُّ اَنْ یُّدْفَنَ فِیْہِ ۔ (مشکوٰۃ شریف ص۵۳۹)

"یعنی نبی جہاں دفن ہونا چاہے ۔ اللہ تعالیٰ اُسی جگہ اُس کا وصال فرماتا ہے ۔"

معلوم ہُوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی کے گھر دفن ہونا چاہتے تھے ۔ حضرت عائشہ سے تکیہ لگائے ہوئے حضورؐ نے حضرت عائشہؓ کے گھر ہی وصال فرمایا ۔ اور وہیں آپ کی قبر شریف بنی ۔ جس کی بدولت حضرت عائشہ کا گھر مرجع خلائق بن گیا ۔ ہر روز صبح و شام ستر ہزار فرشتے یہاں زیارت کے لئے اُترتے اور روضہ انور پر حاضر ہو کر صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اور شب و روز لاکھوں مسلمان درود و سلام کے پھول نچھاور ہوتے ہیں ۔ اگر معاذ اللہ بقول منافقین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا میں کوئی عیب ہوتا تو اللہ تعالیٰ

کبھی حضرت عائشہؓ کے گھر میں حضورؐ کا وصال نہ فرماتا۔ اور اس گھر کو مرجعِ خلائق نہ بناتا۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی کا جہاں وصال ہو وہیں اس کی قبر شریف بنتی ہے اور جو مرے پاکستان میں اور دفن ہو ہندوستان میں وہ نبی ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ جن کا تھوک مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تھوک مبارک سے مل جائے اُس مبارک ہستی پر جس منہ سے کوئی گستاخی نکلے، وہ منہ اس لائق ہے کہ اس پر تھوکا جائے۔ ٥

اللہ اللہ عائشہؓ کا اتنا اونچا ہے مقام
حشر تک ان ہی گھر میں ہے محمدؐ کا قیام

بہتانِ عظیم

۵ھ سنہ ہجری میں غزوۂ بنی المصطلق میں اُمّ المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھیں۔ چلتے وقت آپ ایک ہار پہنے ہوئے تھیں۔ واپسی کے وقت قافلہ مدینہ کے قریب ایک پڑاؤ پر ٹھہرا، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا قضائے حاجت کے لئے کسی گوشہ میں تشریف لے گئیں وہاں آپ کا ہار ٹوٹ گیا۔ اس کی تلاش میں مصروف ہوگئیں۔ اُدھر قافلہ نے کوچ کیا۔ اور آپ کا محمل شریف اونٹ پر کس دیا اور انہیں یہی خیال رہا کہ امّ المومنین اس میں

ہیں۔ قافلہ چل دیا۔ آپ واپس آئیں تو یہ دیکھ کر کہ قافلہ تو چل دیا آپ چادر اوڑھ کر قافلہ کی جگہ بیٹھ گئیں۔ اور آپ نے خیال کیا کہ میری تلاش میں قافلہ ضرور واپس ہوگا۔ قافلہ کے پیچھے گری پڑی چیز اُٹھانے کے لئے ایک صاحب مقرّر تھے۔ اس موقع پر حضرت صفوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کام پر متعین تھے۔ جب وہ آئے اور انہوں نے آپ کو دیکھا، تو بلند آواز سے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن پکارا۔ آپ نے کپڑے سے پردہ کرلیا۔ انہوں نے اپنی اونٹنی بٹھائی۔ آپ اس پر سوار ہو کر لشکر میں پہنچیں۔ منافقین سیاہ باطن رات دن اس کوشش میں رہتے تھے کہ کوئی موقعہ ہاتھ ہائے، تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب ولواحقین کو بدنام کریں۔ چنانچہ اس واقعہ کو انہوں نے اُچھالنا شروع کر دیا۔ منافقین کا سردار عبداللہ بن ابی اس بہتانِ عظیم میں پیش پیش تھا۔ یہاں تک کہ اس کا اثر چند ایک مسلمانوں پر بھی ہو گیا اور وہ بھی منافقین کے فریب میں آگئے اور ان کی زبان سے بھی کوئی کلمہ بے جا سرزد ہوگیا۔ اُمّ المومنین اس شرارت کا قصہ سُن کر بیمار ہوگئیں۔ اور ایک ماہ تک بیمار رہیں۔ اس زمانہ میں آپ کو اطلاع نہ ہوئی کہ آپ کی نسبت منافقین کیا بک رہے ہیں۔ ایک روز اُمّ مسطح سے اُنہیں یہ خبر معلوم ہوئی۔ اس سے آپ کا مرض اور بڑھ گیا۔ اور اس صدمہ میں اتنا روتی رہیں کہ کبھی آنسو نہ تھمتے تھے اور ایک لمحہ کے لئے نیند نہ آتی تھی۔ اس حال میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی اور سورۂ نور میں اکثر آیات میں آپ کی طہارت و پاکدامنی بیان فرمائی گئی۔ مثلاً

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ
خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ○ (پ۱۸ ع ۸)

"کیوں نہ ہُوا تم نے جب سُنا تھا کہ مسلمان مردوں
اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر نیک گمان کیا ہوتا۔
اور کہتے یہ کھلا بہتان ہے۔"

یعنی جب منافقین کی یہ شرارت کی بات تم نے سنی، تو تم نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کی نسبت نیک گمان کیوں نہ کیا۔ اور کیوں نہ کہا کہ یہ ایک بہتان عظیم اور صریح تہمت ہے۔

پھر فرمایا:

وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ
بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (پ۱۸ ع۸)

"اور کیوں نہ ہوا جب تم نے سُنا تھا۔ کہا ہوتا کہ ہمیں نہیں حق پہنچتا کہ ہم ایسی بات کہیں۔ الٰہی تُو پاک ہے، یہ بڑا بہتان ہے۔"

یعنی یہ شرارت کی بات سُننے کے بعد تم نے یوں کیوں نہ کہا کہ ہمارا کوئی حق نہیں کہ ہم ایسی بات کہیں۔ الٰہی تو پاک ہے اور یہ بات بہتانِ عظیم ہے۔

پھر فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ الْغٰفِلٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ
لُعِنُوْا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۠ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ

"بے شک وہ جو عیب لگاتے ہیں، انجان پارسا ایمان

والیوں کو ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں
اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔" (پ۱۸ ع ۸)

یعنی جو عورتیں بدکاری اور بے حیائی کو جانتی بھی نہیں اور بُرا خیال ان کے دل میں گزرتا بھی نہیں ان پر عیب لگانا دنیا و آخرت میں لعنت کا موجب ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کی ازواج مطہرات ؓ کے اوصاف ہیں۔ حضورؐ کی ازواج مطہرات میں سے کسی پر عیب لگانا دنیا و آخرت میں ملعون کام ہے۔

پھر فرمایا:

اَلْخَبِيْثٰتُ لِلْخَبِيْثِيْنَ وَالْخَبِيْثُوْنَ لِلْخَبِيْثٰتِ ۚ وَالطَّيِّبٰتُ
لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ ۚ اُولٰٓئِكَ مُبَرَّءُوْنَ مِمَّا
يَقُوْلُوْنَ ۖ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ○

"گندیاں گندوں کے لئے اور ستھرے ستھریوں کے
لئے وہ پاک ہیں ان باتوں سے جو یہ کہہ رہے ہیں،
ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے۔"
(پ۱۸ ؛ ع ۹)

یعنی گندی عورت کے لئے گندہ مرد اور گندے مرد کے لئے گندی عورت لائق ہے۔ ستھرے مرد کے لئے ستھری عورت اور ستھری عورت کے لئے ستھرا مرد لائق ہے۔ اور حضرت صفوان اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ان باتوں سے جو منافقین نے کہیں پاک ہیں۔ اور ان کے لئے اللہ کے پاس بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

(قرآن مجید سورۂ نور اور تفسیر خزائن العرفان ص۴۹۷ تا ص۴۹۹)

اس سے **سبق** حاصل ہوتا ہے کہ

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اس لحاظ سے سب عورتوں سے افضل ہیں کہ آپ کی پاکدامنی اور عصمت کی تعریف فرماتے ہوئے خود اللہ تعالیٰ نے شہادت دی اور آپ کی بریت کے لئے سورۂ نور نازل فرمائی۔ پھر جو شخص معاذ اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر کسی قسم کا بہتان تراشے تو وہ کیوں مردود وملعون نہ ہوگا۔ اور وہ کیوں اس آیت کا مصداق نہ ہوگا۔

لُعِنُوا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝

"ان پر لعنت ہے دنیا اور آخرت میں اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے۔"

لہذا مومنین جو ہیں وہ تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اُم المومنین مانتے ہیں اور منافقوں کا کام اعتراض کرنا ہے۔

اُم المومنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا

ام المؤمنین حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قریش کے قبیلہ بنو مخزوم سے تعلق رکھتی ہیں۔ آپ کا نکاح پہلے آپ کے چچیرے بھائی حضرت ابو سلمہ بن عبدالاسد سے ہوا تھا۔ یہ دونوں قدیم الاسلام ہیں۔ اسلام کی طرح ہجرت میں بھی ایک دوسرے کے دوش بدوش رہے۔ پہلے حبشہ کی ہجرت کی اور وہاں سے کچھ روز بعد مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی۔ ہجرت میں اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کو جو المناک واقعات پیش آئے وہ نہایت صبر آزما اور درد انگیز ہیں۔ ابھی ہجرت کے مصائب تازہ تھے اور شوہر کے پاس زیادہ رہنے کا موقع نہ ملا تھا کہ حضرت ابو سلمہؓ کو غزوۂ اُحد میں شریک ہونا پڑا۔ میدانِ جنگ میں ان کا بازو زخمی ہوگیا۔ ایک ماہ کے بعد صحت ہوئی تو کچھ سالوں کے بعد زخم پھٹ گیا اور آپ کا وصال ہوگیا۔ حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا ان کے وصال کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سنانے آئیں۔ حضورؐ خود ان کے گھر تشریف لائے۔ سارا گھر غمکدہ بنا ہوا تھا۔ اُمّ سلمہؓ اور سب گھر والوں کو صبر کی تلقین فرمائی اور ان کے لئے دعائے مغفرت کا حکم دیا اور دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اخْلُفْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا

"اے اللہ مجھے ان سے بہتر ان کا جانشین عطا فرما!"

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسلمہؓ کی خود نمازِ جنازہ پڑھائی۔ عدت گزرنے کے بعد حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کا پیغام بھیجا جو حضرت اُمِ سلمہؓ نے بسر وچشم قبول کر لیا۔ اور شوال ۴ھ میں نکاح کرکے اُمّ المؤمنین کا شرف حاصل کیا۔

حضرت اُمِّ سلمہؓ کی غربت اور بے مائیگی کا احساس ایسا نہ تھا جو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو متاثر نہ کرتا۔ اسی تاثر کی بدولت حضرت ام سلمہؓ کے اس شدید صدمہ کی تلافی ہو گئی۔ جو ابوسلمہؓ کی وفات سے پیدا ہوا تھا۔ بلکہ ان کی عارضی مدتِ حیات، ابدی مسرت میں تبدیل ہو گئی۔

(طبقاتِ ابن سعد ص ۶۲ ج ۸)

اس واقعہ سے یہ **سبق** حاصل ہوا کہ حضرت اُمِّ سلمہؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے دشمنانِ اسلام کے مصائب وآلام کو جس صبر و استقامت سے برداشت کیا اور اپنے پائے استقلال میں ذرا بھر لغزش نہ آنے دی وہ آج ہمارے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اسلام کی خاطر اپنے عزیز واقارب اور وطن کو چھوڑا تو صرف ایمان کے لئے ؎

نہ اپنی آن کی خاطر نہ اپنی جان کی خاطر
وطن کو انہوں نے چھوڑا فقط ایمان کی خاطر

پھر اپنے شوہر کی وفات پر بھی جس صبر وشکر سے کام لیا اور نبیٔ اکرم کی تلقینِ صبر اور دعا پر عمل کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ان نیکیوں کا بدلہ دنیا میں بھی دیا کہ ان کے پہلے شوہر سے اعلیٰ شوہر عطا فرما دیا اور آخرت کی جزا تو اعداد وشمار سے باہر ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری ماؤں بہنوں کو

بھی حضرت اُمِ سلمہؓ کے نقشِ قدم پر عمل پیرا ہونے کی سعادت نصیب فرمائے۔ آمین!

اُمّ المؤمنین حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی

حضرت خواجہ حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ اُمّ المحاسن حضرت اُمِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی سہیلی تھیں، اس لئے وہ اکثر مدینہ منورہ ہی میں رہتی تھیں۔ حضرت خواجہ حسن بصریؒ جب پیدا ہوئے تو حضرت اُمّ سلمہؓ نے ان کو گود میں لیا اور آپ کا نام حسن رکھا۔ اس لئے کہ آپ کی شکل وصورت نہایت دلکش تھی۔ اور آپ مردانہ حُسن کے بہترین نمونہ تھے۔

حضرت اُم المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ سے بے حد محبت کرتی تھیں اور اپنے پاس رکھتی تھیں۔ اس محبت وشفقت کا یہ حال تھا، کہ اگر حضرت حسنؒ کی والدہ کسی کام میں ہوتیں اور آپ بھوک سے رونے لگتے، تو حضرت اُم سلمہؓ اپنا پستان مبارک آپ کے منہ میں ڈال دیتیں۔ اللہ کی قدرت سے دودھ نکل آتا اور آپ پی کر چپ ہو جاتے۔ اسی دودھ کا اثر تھا کہ آپ بے شمار عظمتوں اور برکات کے مالک بنے۔ رئیس العارفین تسلیم کئے گئے، اور آپ کے کلام میں بے حد تاثیر پیدا ہو گئی۔ حضرت اُم سلمہؓ ام المؤمنین نے

آپ کو قرآن مجید پڑھایا اور قرآنی رموز و معارف کی تعلیم دی۔ جب آپ کی عمر گیارہ برس کی ہوگئی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کو انتہائی محبّت سے پڑھایا اور تھوڑے وقت میں ہی آپ فاضلِ اجل بن گئے۔

(تذکرۃ الواصلین)

اُمّ المؤمنین کے واقعہ سے **سبق** ملتا ہے کہ دودھ کا اثر اولاد میں ضرور ہوتا ہے جیسا کہ ام المؤمنین اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے دودھ کی برکت سے حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ امام العارفین اور فاضل اجل بن گئے۔ ماں نیک پرہیز گار ہو تو اس کے دودھ کا اچھا اثر اولاد پر ہوگا۔ اور یہی اثر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی شجاعت اور عزم واستقلال پہ خاتونِ جنّت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کے مبارک دودھ کا تھا۔

آجکل کی سکوٹر چلانے والی اور بن سنور کر بازاروں میں پھرنے والی اور غیروں سے ہاتھ ملانے والی ماؤں کا اوّل تو دودھ رہتا ہی نہیں۔ ان کی اولاد اگر پلتی بھی ہے تو بوتل کے دودھ پر۔ اسی کا نقشہ اکبر الٰہ آبادی نے کھینچا ہے ؎

طفل میں طاقت ہو کیا ماں باپ کے اطوار کی
دودھ تو ڈبّے کا تعلیم ہے سرکار کی

آج سے پہلے کی مائیں اپنے بچوں پہ اثر ڈالنے کے یوں کہا کرتی تھیں اے بیٹے اگر تُونے یہ کام نہ کیا تو میں تجھے بتّیس دھاریں نہیں بخشوں گی۔ آج کل تو میڈان انگلینڈ بچہ ماں کے اس رُعب سے بھی

آزاد ہوگیا ہے۔ آج کل ماؤں کا یہ رُعب بھی جاتا رہا کہ وہ یہ کہہ سکیں، بیٹا! اگر تم نے میری بات نہ مانی تو میں تمہیں بتّیس دھاریں نہ بخشوں گی۔ کیونکہ بیٹا یہ جواب دیتا ہے، کہ امّی یہ رُعب کیسا؟ بتّیس دھاریں تو کیا میں نے تو تمہاری ایک دھار بھی نہیں پی۔ میں نے تو بوتل کا دودھ پیا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ اُمّ المؤمنین نے حضرت حسن کو قرآن پڑھایا اور اس کے معارف سے شناسا کیا اور حضرت علیؓ نے انہیں فاضلِ اجل بنا دیا۔ آجکل مائیں تمنّائیں مانتی ہیں کہ میرا بیٹا ڈی سی بنے یا تھانیدار۔ پورا انگریز نظر آئے۔ لہٰذا میری بہنو بات دراصل یہ ہے ؎

وہ معزّز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
یہ خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تمام ازواجِ مطہراتؓ سے صرف ان تینوں ازواج کے مختصراً حالاتِ زندگی بیان کئے ہیں۔ انہی پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

دخترِ نبی کریمؐ حضرت زینب رضی اللہ عنہا

حضرت زینب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی چاروں صاحبزادیوں میں سے بڑی ہیں۔ دُوسری بہنوں کی طرح آپ کی والدہ بھی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ کا نکاح مکّہ ہی میں ابوالعاص ابن ربیع خالہ زاد بھائی سے ہوا تھا جو قبل از نبوّت ہوا۔ جب حضورؐ منصبِ نبوّت پر فائز ہوئے اور یہ ایمان سے بہرہ ور ہوئیں۔ یہاں تک کہ حضورؐ نے مکّہ سے مدینہ ہجرت فرمائی، تو حضرت زینبؓ اپنے سسرال میں تھیں۔ جنگِ بدر میں ابوالعاص قریشِ مکّہ کی طرف سے شریک ہوئے۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی۔ اور حضورؐ نے کفّار کے قیدیوں کو فدیہ لیکر چھوڑنے کا حکم فرمایا۔ مکّہ والوں کو قیدیوں کی خبر پہنچی تو انہوں نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے بھی ابوالعاص کی رہائی کے لئے ہار بھیجا۔ یہ ہار ان کو حضرت خدیجہؓ نے نکاح میں دیا تھا۔ حضورؐ نے ہار دیکھا تو حضرت خدیجہ کی یاد نے تڑپا دیا اور چشمان مبارک تر ہوگئیں۔ ابوالعاص کو ہار واپس کر دیا اور حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیجنے کی شرط پر بغیر فدیہ کے رہا کر دیا۔

حضورؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ابوالعاص کے ہمراہ مکّہ روانہ فرمایا کہ زینب کو ساتھ لے کر مدینہ پہنچ جائیں۔ اور حکم دیا کہ مقام بطن پر ٹھہریں۔ جب زینب وہاں آئیں تو اُن کو ساتھ لے لیں۔ چنانچہ

ابوالعاص نے حسبِ وعدہ زینبؓ کو رخصت کی اجازت دے دی اور چھوٹے بھائی کنانہ کو ساتھ روانہ کیا۔ جب مکّہ والوں کو ان کی ہجرت کا علم ہُوا تو تعاقب کر کے مقام طویٰ میں آ لیا۔ ایک کافر نے نیزے سے آپ پر حملہ کیا۔ آپ اونٹ سے گریں۔ سخت چوٹ آئی اور حمل بھی ساقط ہو گیا۔ کنانہ ہوشیار ہُوا اور ظالموں کو بھگا دیا۔

حضرت زینبؓ مدینہ پہنچیں۔ حضورؐ نے واقعہ سُنا تو ارشاد فرمایا:

ھِیَ اَفْضَلُ بَنَاتِیْ اُصِیْبَتْ فِیَّ۔

"یہ میری سب بیٹیوں سے افضل ہے، اسے میری وجہ سے مصیبت پہنچی ہے۔"

ابوالعاص پر مکّہ والوں کو اعتبار تھا اور لوگوں کا مال اور امانتیں ان کے پاس تھیں۔ یہاں تک کہ اپنا مالِ تجارت ان کی نگرانی میں روانہ کر دیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ قریش کے ایک قافلۂ تجارت کے ساتھ شام گئے ہوئے تھے۔ واپسی پر جو حضورؐ کو خبر ہوئی، آپؐ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو ایک سو ستّر سوار دے کر بھیجا۔ انہوں نے قافلہ والوں کے مال پر قبضہ کر کے انہیں گرفتار کر لیا مگر ابوالعاص پر کوئی مزاحمت نہ کی۔ ابوالعاص اپنے قافلے کا یہ حال دیکھ کر سیدھے مدینہ منوّرہ پہنچے حضرت زینبؓ نے ابوالعاص کو پناہ دی اور حضورؐ سے سفارش کی کہ اس قافلہ کا سارا مال واپس کر دیا جائے۔ حضورؐ نے مجاہدین کے پاس مال کی واپسی اور رہائی کا پیغام بھیجا تو انہیں چھوڑ دیا گیا۔ اس کے بعد ابوالعاص مکّہ معظمہ پہنچے اور سب کی امانتیں واپس کیں اور لین دین چکا دیا۔ پھر قریش کو مخاطب کر کے کہا

اے لوگو! اگر کسی کا کوئی مطالبہ میرے ذمہ باقی ہو تو مطالبہ کر سکتا ہے؟
قریش نے کہا، کوئی مطالبہ نہیں۔ ابوالعاص بولے تو اب سُن لو۔ میں اسلام
قبول کرتا ہوں۔ اور پڑھا اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ
مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ خدا کی قسم میں جب سے حضورؐ کی خدمت
سے حاضر ہو کر آیا ہوں، یہی خیال مجھے اسلام لانے سے روکتا رہا کہ
تم لوگ مجھے خیانت کرنے کا الزام نہ دو۔ اب جبکہ میں مسلمان ہو چکا
ہوں اور تم سب کا مال بھی دے چکا ہوں تو اب کوئی وجہ نہیں کہ
میں بے باک ہو کر اسلام قبول نہ کروں۔

اس سے یہ **سبق** حاصل ہوا کہ حضرت
زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح قبل از اسلام حضرت ابوالعاصؓ سے
ہوا تھا جو قبل از نبوّت کی بات ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
حضرت زینبؓ کا نکاح ان سے اُس وقت کیا جب کافروں کو بیٹی کا
رشتہ نہ دینے کا حکم نازل نہیں ہُوا تھا۔

یہ بھی معلوم ہُوا کہ حضورؐ نے بدر کے قیدیوں پہ فدیہ لگا کر چھوڑا
تو ابوالعاصؓ پر بھی فدیہ عائد کیا اور ان کا فدیہ ہار کے بجائے حضرت
زینب کو طلب کیا۔ جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عوام و
خواص، اپنوں و بیگانوں میں باہمی مساوات اور عدل و انصاف کا
درس ملتا ہے۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ ابوالعاصؓ نے حضورؐ سے کیا ہُوا وعدہ پُورا
کیا اور حضرت زینبؓ کو روانہ کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کا صلہ ابوالعاص
کو یُوں دیا کہ انہیں دولتِ ایمان سے مشرّف فرمایا اور جنّت کی

ابدی نعمتیں عطا کیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ کفّار بڑے ظالم اور سنگدل ہوتے ہیں اور عورتوں
پر بھی ہاتھ اُٹھانے سے نہیں شرماتے۔ مسلمان چونکہ بلند کردار کا
حامل ہے وہ کسی کمزور پر ہاتھ نہیں اُٹھاتا۔ ؎

مسلمان کسی کو ستاتے نہیں
وہ کمزور پہ ہاتھ اُٹھاتے نہیں

یہ بھی معلوم ہوا کہ اسلام لانے والوں نے اوّل ہی سے کافروں
کے بے حد ظلم برداشت کئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت زینب رضی اللہ
تعالیٰ عنہا نے بوقتِ ہجرت کفّار کے ان مظالم کو برداشت کیا۔
اور اسی تکلیف سے بیمار رہ کر وصال فرما گئیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ۝

دخترِ رسولؐ حضرت رُقیہؓ رضی اللہ عنہا

حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی دوسری صاحبزادی ہیں۔ حضرت زینب سے چھوٹی اور حضرت اُمِ کلثوم اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما سے بڑی ہیں۔ ان کا نکاح اعلانِ نبوّت سے قبل حضور ؐ نے عتبہ بن ابی لہب سے کر دیا تھا۔ بعد از اظہارِ نبوّت جب سورۃ لہَب نازل ہوئی تو ابو لہب اور اس کی بیوی نے برہم ہو کر اپنے بیٹے عتبہ سے طلاق دِلوا دی۔ نیز یہ صرف نکاح ہی ہُوا تھا رخصتی نہ ہوئی تھی کہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کو عتبہ نے طلاق دیدی تھی۔

اس سے یہ **سبق** حاصل ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی ہر بات میں حکمت ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ کو منظور نہ تھا کہ دشمن رسول کے نکاح میں محبوبؐ کی بیٹی رہے اس لئے عتبہ کے والدین ہی سے کہلوا کر حضرت رقیہؓ کو آزادی عطا فرما دی۔

اس کے بعد حضرت رقیہؓ کا نکاح حضورؐ نے حضرت عثمان غنی ذوالنّورین رضی اللہ عنہ سے کر دیا۔

دخترِ رسولؐ حضرت اُمِّ کلثوم رضی اللہ عنہا

حضرت ام کلثوم رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی تیسری صاحبزادی ہیں۔ نزولِ وحی سے قبل حضورؐ نے ان کا نکاح بھی ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے کر دیا تھا۔ ان کا معاملہ بھی وہی ہُوا جب سورۃ تبّت یدا ابی لَھَب نازل ہوئی تو اس کو بھی والدین نے کہا اگر تو نے امّ کلثوم بنتِ محمد کو طلاق نہ دی تو تیرا ہمارا اُٹھنا بیٹھنا حرام ہے لہٰذا عتیبہ بن ابی لہب نے بھی حضرت ام کلثومؓ کو طلاق دے دی۔ ان کا بھی عقد ہوا تھا، رخصتی نہ ہوئی تھی کہ طلاق ہو گئی۔

رقیہؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح ہُوا اور وہ انتقال کر گئیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے امّ کلثومؓ رضی اللہ عنہا کا نکاح بھی کر دیا اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا:

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ اَنَّ عِنْدِیْ مِائَۃَ بِنْتٍ یَمُتْنَ وَاحِدَۃٌ بَعْدَ وَاحِدَۃٍ زَوَّجْتُکَ اُخْرٰی بَعْدَ اُخْرٰی

(مواہب لدنیہ صـ ۱۹۸ ج ۱)

قسم ہے مجھے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ اگر میری سو بیٹیاں ہوتیں تو ایک کے مرنے کے بعد دوسری سے تمہارا

"نکاح کرتا جاتا۔"

لہٰذا اس سے یہ سبق حاصل ہوا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت میں اتنا قرب حاصل تھا کہ حضورؐ نے یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں ان کے نکاح میں دیں۔ اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس سو لڑکی بھی ہوتی تو ایک کے فوت ہو جانے پر دوسری دیتا جاتا۔ اور آپ کو اسی لئے ذوالنورین کہا جاتا ہے یعنی "دو نوروں والا"۔

آپ اس شرف کے لحاظ سے ممتازِ زمانہ تھے کہ نبیؐ کی دو بیٹیاں آپ کے نکاح میں تھیں۔ اعلیٰ حضرت اسی بنا پر عرض کرتے ہیں ؎

نور کی سرکار سے پایا دوشالا نور کا
ہو مبارک تجھ کو ذوالنورین جوڑا نور کا

دخترِ رسولؐ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا

حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم کی چاروں صاحبزادیوں میں سے سب سے چھوٹی ہیں۔ حضورؐ نے ان کو خاتونِ جنّت کا لقب عطا فرمایا۔ آپ کی شان میں لاتعداد روایات موجود ہیں۔ آپؓ ہی کو مولا علی کرم اللہ وجہہ کی زوجۂ مطہرہ بننے اور امامین حسنینؓ کی والدہ محترمہ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ ہی کے لئے جنّت سے جوڑے اور ڈولی لائی گئی جسے دیکھ کر کئی خوش نصیب مومن بن گئے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلّم جب حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر تشریف لاتے آپ تعظیم کے لئے کھڑی ہو جاتیں اور حضورؐ کے مبارک ہاتھوں کو بوسہ دیتیں اور آپ ازراہِ شفقت ان کی پیشانی پر بوسہ دیتے۔

خاتونِ جنّت کے نکاح کا واقعہ یوں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے سلسلے میں ایک دفعہ حضورؐ سے عرض کیا تھا۔ حضورؐ نے فرمایا تھا کہ ابھی فاطمہ کم سن ہے بڑی ہو گی تو سوچیں گے۔ حضرت عمرؓ نے بھی اپنے لئے درخواست کی تھی تو انہیں بھی حضورؐ نے ٹال دیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جو ہمیشہ سے آپ کے ہاں بچوں کی طرح رہتے تھے اور حضرت خدیجہؓ کے بعد سب سے پہلے مسلمان ہونے کا شرف حاصل کر چکے تھے، آپ کے مدینہ

تشریف لانے کے تیسرے دن حضرت علیؓ بھی ہجرت کر کے مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے۔ ان کی شادی ابھی تک نہ ہوئی تھی۔ حضرت عمرؓ ہی نے حضرت علیؓ سے کہا کہ تم حضرت فاطمہؓ کے نکاح کے بارے میں اپنے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کرو، میرے اور ابوبکرؓ کے لئے حضورؐ کی رائے معلوم نہیں ہوتی۔ اُم ایمنؓ نے بھی یہی مشورہ دیا کہ تم فاطمہؓ کے لئے ضرور عرض کرو۔ انہوں نے جواب دیا جب آپؐ نے ابوبکرؓ اور عمرؓ کے لئے نہیں مانا تو مجھے کیسے قبول کریں گے۔ اُم ایمنؓ نے کہا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے رشتہ دار چچازاد بھائی ہو اور ابوطالب کے بیٹے ہو تمہارا ضرور خیال کریں گے۔

حضرت علیؓ نے یہ مناسب سمجھا اور اسی ارادہ سے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر بہ ہیبت و جلالِ نبوی خاموش رہے۔ حضرت علیؓ اپنے مطلب کو دل میں لئے بیٹھے تھے کہ حضورؐ نے خود ہی فرمایا "اے علی! کیسے آنا ہوا؟ کیا کوئی کام ہے۔ یہ شرمندہ سے ہوتے اور خاموش ہو گئے۔ حضورؐ ان کا مطلب سمجھ گئے اور فرمایا: "کیا فاطمہؓ کی نسبت کے خیال سے آتے ہو؟" انہوں نے عرض کیا کہ "بے شک یا رسول اللہ" اسی لئے حاضر ہُوا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا بہتر ہے لیکن یہ تبلاؤ کہ کچھ مہر میں دینے کے لئے بھی ہے؟ عرض کیا، کچھ بھی نہیں۔ فرمایا وہ حطمی زرہ جو میں نے تمہیں دی تھی کہاں ہے، وہی مہر میں دے دو۔ اس زرہ کی قیمت چار سو درہم تھی، چنانچہ اسی مہر پر حضرت فاطمہؓ کا نکاح جناب علیؓ سے ہو گیا۔

جس گھر میں صبر و شکر کا ہی سہارا ہو اور مہینوں چولھے میں آگ نہ جلتی

ہو وہاں شادی کے لئے جہیز کا کیا سامان ہوتا۔ اور خدا کے برگزیدہ نبی نے جس دنیا کی طرف رُخ نہ کیا ہو اور فقر و فاقہ ہی کو اپنی زندگی کے لئے دولت و عزّت سمجھا ہو اس کے یہاں بیٹی کے جہیز میں دینے کے لئے کیا ہو سکتا تھا۔ جہیز کیا تھا ایک چادر ایک تکیہ جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی، دو مشکیزے اور چکی۔ حضرت فاطمہؓ نے جب سُنا کہ نکاح اس طرح ہو گیا اور سامان تو کیا ہوتا، مہر دینے کے لئے بھی خاوند کو زرہ بیچنی پڑی تو رونے لگیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا بیٹی روتی کیوں ہو میں نے تمہاری شادی ایسے شخص سے کر دی ہے جو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی۔ دنیا میں بے سامان رہ کر گذار دو پھر آخرت میں تم جنت کی عورتوں کی سردار ہو گی۔

حضرت فاطمہؓ کی اولاد

خدا تعالیٰ کی اس میں کوئی بڑی حکمت تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی نرینہ اولاد زندہ نہ رہی صرف دختری اولاد سے آپ کی نسل پاک دنیا میں پھیلی، لیکن بیٹیوں میں بھی صرف فاطمہؓ کی اولاد باقی رہی ان کی بہنوں اُم کلثومؓ اور رقیہؓ کے تو اولاد ہی نہیں ہوئی۔ سب سے بڑی بہن زینبؓ کے ایک لڑکا ہو کر تھوڑی عمر میں چل بسا تھا ایک لڑکی امامہ زندہ رہی جس سے حضرت فاطمہؓ کی وفات کے بعد مولا علیؓ نے نکاح کیا۔ آخر کار یہ بلا اولاد دنیا سے چلی گئیں۔ حضرت فاطمہؓ کے تین بیٹے حسنؓ، حسینؓ اور محسنؓ، اور تین بیٹیاں زینبؓ، اُم کلثومؓ اور رقیہؓ۔

امام حسنؓ و حسینؓ تو وہ مشہور سید الشہدا رہیں جن کی یاد قیامت

تک مسلمانوں کو خون کے آنسو رلاتی رہے گی اور جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔

ام کلثومؓ کی شادی حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے کی تھی۔ زینبؓ کی شادی حضرت علیؓ نے اپنے بھائی جعفرؓ کے بیٹے عبداللہؓ سے کر دی تھی جو سخاوت میں مشہور تھے۔ محسنؓ اور رقیہؓ کا انتقال نہایت چھوٹی عمر میں ہو گیا تھا۔

آج دنیا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد حضرت فاطمہؓ کے انہیں دو بیٹوں حسنؓ و حسینؓ رضی اللہ عنہما سے جاری ہے۔

خاتون جنتؓ کی وفات

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے چند روز پہلے ایک مرتبہ ہم سب مکان میں تھے کہ حضرت فاطمہؓ آئیں اور آپ نے اپنی عادت کے مطابق بہت پیار سے اپنے پاس بٹھالیا اور فاطمہؓ کے کان میں آہستہ سے کوئی بات کہی جسے سن کر وہ رونے لگیں۔ پھر آپ نے کچھ فرمایا تو ہنسنے لگیں۔ مجھے تعجب ہوا اور وہاں سے اٹھنے کے بعد فاطمہؓ سے پوچھا کہ بتاؤ تو سہی کہ آج کے رونے اور جلدی سے ہنسنے میں کیا راز ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا جس بات کو آپ نے چھپا کر کہا ہے میں اسے ظاہر نہ کروں گی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد میں نے کہا لو فاطمہؓ اب تو بتاؤ۔ حضرت فاطمہؓ نے کہا کہ ہاں اب کچھ مضائقہ نہیں بتلائے دیتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تھا کہ جبرائیل مجھ سے ہر سال رمضان میں ایک مرتبہ قرآن مجید کا دورہ کیا کرتے تھے، اس سال دو مرتبہ کیا ہے

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میری وفات کا وقت قریب ہے۔ اس کو سن کر میں بے اختیار رو پڑی تو آپ نے فرمایا کہ دیکھو تمام رشتہ داروں سے پہلے تم مجھے جنت میں جاکر ملوگی اور تم جنت کی سردار ہو گی اس بات سے مجھے خوشی ہوئی اور ہنسنے لگی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھائیس سال کی تھی کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت کا وقت آپہنچا اور تمام رشتہ داروں، عزیزوں کو اپنی جدائی کے غم میں روتا چھوڑ کر اور حضرت فاطمہؓ کو یتیمی کا داغ دے کر آپ دنیا سے انتقال فرما گئے۔ کون کم نصیب ہو گا جو اس غم سے بے تاب نہ ہوا ہو، لیکن ایسے مشفق باپ کا سایہ اٹھ جانے سے جو رسول خدا ہونے کے ساتھ ہی اپنی اولاد سے غایت درجہ محبت کرنے والا بھی ہو، حضرت فاطمہؓ کی حالت ہی بدل گئی۔ دنیا کی طرف سے دل سرد ہو گیا۔ زندگی وبال نظر آنے لگی کبھی حضرت انسؓ سے پوچھتی تھیں کہ اے انس تمہارے دل نے کیسے گوارا کیا کہ رسول اکرمؐ پر مٹی ڈالو۔ حضرت انسؓ آنسو بہاکر فرماتے کہ خدا کے حکم میں دم مارنے کی طاقت نہیں۔

دنیا میں ادنیٰ سے ادنیٰ باپ کا بھی ہر کسی کو غم ہوتا ہے پھر ایسے باپ کا تو جو رنج ہو تھوڑا ہے۔ حضرت فاطمہؓ پر یہ صدمہ ایسا پڑا کہ آخر اسی میں جان دے دی۔ غم کا روگ لگ گیا اور آپ کے وصال کے بعد بیمار ہو گئیں۔ چھ مہینے زندہ رہیں مگر کسی نے ایک دن ہنستے بولتے نہ دیکھا۔

حضرت خاتونِ جنت ؓ کی شرم وحیا

شرم وحیا اور عصمت وعفت کے جوہر اگر سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کو نہ ملتے تو اور کس کو ملتے۔ حضرت فاطمہ ؓ کی شرم وحیا اس قدر بڑھی ہوئی تھی کہ اک ذراسی بات میں پانی پانی ہوجاتی تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کسی قدر زمین اور درخت تھے، جن کی آمدنی سے بیبیوں کا خرچ دے کر باقی آپ دین کے کاموں میں صرف کر دیتے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت فاطمہ ؓ نے یہ سمجھا کہ یہ زمین وغیرہ مجھ کو مل جانا چاہیے۔ اس لئے حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلیفہ اوّل ہوئے تھے، جاکر کہا۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرما گئے ہیں کہ انبیار کے مال کا کوئی وارث نہیں ہوتا اور جو کچھ وہ چھوڑ جاتے ہیں خدا کی راہ میں صرف ہونا ہے۔

اگرچہ اس میں حضرت فاطمہ ؓ کا قصور نہ تھا اور ان کو آپ کے اس حکم کی خبر نہ تھی مگر پھر بھی یہ خیال کرکے کہ لوگ کہیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی جائیداد مانگنے گئی تھی، اس قدر شرم آئی کہ فوراً واپس آگئیں اور کبھی اس کا مطالبہ نہ کیا۔

اس زمانہ میں مردوں اور عورتوں کے جنازہ میں کوئی خاص فرق نہ ہوتا تھا اور مردوں کی طرح عورتوں کا جنازہ بھی لے جاتے تھے۔ حضرت فاطمہ ؓ کو اس کی بڑی فکر تھی کہ میرا جنازہ باہر جائے گا اور لوگ دیکھیں گے۔

انتقال سے کئی روز پہلے ان سے حضرت ابوبکر ؓ صدیق کی بیوی اسماء ؓ نے ذکر کیا کہ میں نے حبشہ میں دیکھا ہے کہ عورت کے جنازے پر درخت کی نرم شاخیں باندھ کر ایک ڈولے کی صورت پردہ ڈالنے کے لئے بناتے ہیں، جس سے جنازہ نظر نہیں آتا، جیسا کہ آجکل رواج ہے اور جس کو گہوارہ کہتے ہیں بنا کر دکھایا۔ اسے دیکھ کر حضرت فاطمہ ؓ بہت خوش ہو کر ہنسیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال فرمانے کے بعد زندگی بھر میں صرف ایک مرتبہ اسی بات پر ہنسیں۔ اور اسماء ؓ سے کہا کہ میرے انتقال کے بعد تم ہی مجھ کو غسل وکفن دینا اور جیسا کہ تم نے دکھلایا ہے، میرے جنازے پر ضرور اسی قسم کا پردہ بنا دینا۔

حضرت خاتونِ جنت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا غمگین اور مریض تو رہتی ہی تھیں، اب مرض نے شدت اختیار کر لی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد چھ مہینے بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ تین رمضان المبارک کو بروز منگل بوقت شب اس عالم فانی سے رخصت ہو کر دوسرے تمام رشتہ داروں سے پہلے اپنے پیارے باپ سے جنت میں جا ملیں۔ اس وقت حضرت فاطمہ ؓ کی عمر اٹھائیس سال اور چند ماہ تھی اور ہجرت کا گیارھواں سال تھا۔

حضرت علی ؓ کو ان کے انتقال سے بہت پریشانی اور رنج ہوا تھا اور حسن ؓ وحسین ؓ اور دیگر بچوں کے صدمہ کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ حضرت فاطمہ ؓ کی وصیت کے مطابق حضرت علی ؓ نے غسل وکفن کا انتظام کیا۔ اور حضرت اسماء ؓ نے غسل وکفن دے کر گہوارہ بنایا جیسا کہ حضرت فاطمہ ؓ کو دکھایا تھا۔ جنازہ پر اسی طرح پردے کا پورا سامان کر دیا۔ اور

مسلمانوں میں سب سے پہلے حضرت فاطمہؓ پر اس قسم کا گہوارہ باندھا گیا۔ اور پھر حضرت زینبؓ پر بنایا گیا۔ اس کے بعد عام مسلمانوں میں رواج ہوگیا۔

جس وقت غسل وکفن کا سامان کیا جاتا تھا، حضرت عائشہؓ تشریف لائیں مگر حضرت اسماءؓ نے یہ کہہ کر روک دیا کہ فاطمہؓ نے اور سب کے آنے کی ممانعت کر دی ہے۔ حضرت عائشہؓ کو اس سے رنج ہُوا اور اپنے والد حضرت ابوبکرؓ سے جاکر شکایت کی کہ آپ کی بیوی نے مجھے فاطمہؓ کے پاس نہ جانے دیا اور دُلہنوں کی طرح کوئی چیز ان کے جنازہ پر باندھ رہی ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسی وقت یہاں آئے اور دروازہ پر پکار کر کہا کہ یہ کیا غضب کرتی ہو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کو بھی ان کی بیٹی کے پاس آنے نہیں دیتی اور جنازہ پر کوئی نئی چیز تیار کر رہی ہو۔

اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان سے یہی عذر کیا کہ فاطمہؓ نے مجھے وصیت کر دی تھی کہ تم ہی غسل دینا اور کسی کو نہ آنے دینا اور یہ لکڑیاں پردہ کے لئے جنازے پر لگا دی ہیں جن کو بنا کر میں نے حضرت فاطمہؓ کو ان کی زندگی ہی میں دکھا دیا تھا اور انہوں نے اس کے بنانے کی تاکید کی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ یہ کہہ کر چلے آئے کہ "اچھا جس طرح تم سے کہہ گئی ہیں کرو"۔

چونکہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو شرم وحیا کے لحاظ سے پردہ کا بہت ہی خیال تھا اور ان کی آرزو تھی کہ رات کو ہی دفن ہوں اسلئے رات کو اہلِ مدینہ کے قبرستان جنت البقیع میں لے گئے۔ حضرت علیؓ نے جنازہ کی نماز پڑھائی اور بیش قیمت امانت جگر گوشۂ رسولؐ کو سپردِ خاک

کر دیا۔ اتنی جلد رات ہی کو دفن ہو جانے کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی اور افسوس رہ گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے جنازہ میں شریک نہ ہو سکے۔

ان کی وفات سے تمام مسلمانوں کو نہایت سخت رنج ہُوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگ ان کو آپؐ کی نشانی سمجھتے تھے۔ اور اپنے درمیان ان کو اپنے لئے وسیلۂ نجات اور دنیا کے لئے باعثِ برکت سمجھتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ چال ڈھال اور گفتگو میں حضرت فاطمہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی مشابہت رکھتی تھیں۔

سب سے بڑی ان کو یہ عزت حاصل تھی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ فاطمہؓ جگر گوشہ ہے اس کو رنج دینا مجھے رنجیدہ کرنا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت فاطمہؓ بیمار تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حال دریافت فرمانے گئے تو انہوں نے دنیاوی تنگی کی شکایت کی۔ آپؐ نے فرمایا کہ تکلیف پر صبر کرو تم کو یہی کافی ہے کہ تم جنت میں تمام عورتوں کی سردار ہوگی۔

آپؐ فرماتے تھے کہ خدیجہؓ، فاطمہؓ، مریمؑ (عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ) اور آسیہؓ (فرعون کی بیوی) دنیا کی بہترین عورتیں ہیں۔

کس کی زبان میں طاقت ہے کہ ان برگزیدہ اور پاک لوگوں کی تعریف کر سکے جو پیارے تھے اللہ کے، سچے دوست تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

حضرت خاتونِ جنت کے حالاتِ زندگی سے یہ



ملتا ہے کہ آپ کی شان کس درجہ تھی۔

(۲) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں خاتونِ جنت کو کیا مقام حاصل تھا۔

(۳) شہنشاہِ دوجہاں کی بیٹی ہونے کے باوجود صبر و شکر کو اپنی زندگی کا گہنا اور زہد و تقویٰ کو سرمایۂ حیات سمجھا۔

(۴) تسلیم و رضا کا یہ مقام کہ بے خبری میں خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مال کا ایک دفعہ مطالبہ کرنے پر عمر بھر اس کا نام نہ لیا اور تواضع میں عمر گزار دی۔

(۵) شادی میں جہیز اور مالِ دنیا نہ لیکر غریب اُمت کو سہارا دیا۔

(۶) پیکرِ شرم و حیا اس حد تک کہ اپنے جنازہ تک کو بھی غیر محرموں سے محفوظ رکھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو خاتونِ جنت رضی اللہ عنہا کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت اسماءؓ بنتِ ابی بکر صدیقؓ

اسماء نام ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی ہیں ان کی والدہ کا نام قتیلہ تھا (جو قریش کے ایک مشہور اور معزز سردار عبدالعزیٰ کی بیٹی تھیں) عبداللہ ابن ابی بکرؓ ان کے حقیقی بھائی تھے اور حضرت عائشہؓ ان کی سوتیلی بہن تھیں جو ان سے عمر میں چھوٹی تھیں۔

ذات النطاقین ان کا لقب تھا، جس کے متعلق یہ روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کفارِ مکہ نے پریشان کیا اور ہر قسم کی ایذائیں دینے لگے، یہاں تک کہ قتل کرنے پر آمادہ ہو گئے تو آپ نے مکہ کو خیرباد کہہ کر مدینہ کی طرف ہجرت کا ارادہ کیا، حضرت ابوبکر صدیقؓ بھی آپ کے ہم خیال تھے۔ چنانچہ ہجرت کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بمعہ جناب ابوبکر صدیقؓ کے مکہ سے باہر جاکر تھوڑے فاصلے پر جبلِ ثور کے ایک غار میں مقیم ہو گئے، حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اسی وجہ سے یارِ غار کہتے ہیں۔ کفارِ مکہ نے ہر چند بہت جستجو کی اور اسی تلاش کے سلسلے میں بارہا اس غار کے منہ پر پہنچ گئے، لیکن خدا کو مشکوٰۃ نبویؐ کے نور سے دنیا کو روشن کرنا مقصود تھا اس لئے دشمنوں کا گزر آپ تک نہ ہو سکا۔ اُن رفقاء میں سے جو اُس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوشیدہ امداد کرتے تھے، ان میں حضرت اسماءؓ بھی تھیں چنانچہ یہ روزانہ رات کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھانا لے

جاتیں اور کھانا کھلا کر واپس آجاتیں۔

حضرت اسماءؓ کے بھائی عبداللہ جو اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے، دن بھر کفار کے ارادوں اور مشوروں کا پتہ لگایا کرتے تھے اور رات کو غار میں پہنچ کر تمام خبریں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیا کرتے تھے۔ عامر (جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کا چرواہا تھا) رات کو بکریاں غار کے منہ پر لے جاتا تھا اور بقدرِ ضرورت دودھ دے کر چلا آتا تھا۔ اس طرح حضرت اسماءؓ اور اُن کے بھائی عبداللہ کے نقشِ قدم بکریوں کے کھروں سے مٹ جاتے تھے اور کفار کو غار کا سراغ نہ مل سکتا تھا۔

جب کفار کو اپنی سعی و جستجو میں کامیابی نہ ہوئی تو انہوں نے سو اونٹ کا انعام اُس شخص کے لئے مقرر کیا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کا سراغ لگا دے۔ اس کے تیسرے دن جب حضرت اسماءؓ رات کو کھانا لے کر گئیں تو آپؐ نے ان سے فرمایا کہ علی سے جا کر کہو کہ کل رات تین اونٹ اور ایک شخص واقفِ راہ تلاش کر کے اس غار پہ پہنچیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے بہ تعمیلِ ارشاد تین اونٹ اور ایک راہبر لے کر گئے اور حضرت اسماءؓ بھی دو تین روز کا ناشتہ تیار کر کے لے گئیں۔ ناشتہ اور پانی کا مشکیزہ باندھنے کی ضرورت ہوئی اس وقت، رسی کا کوئی ٹکڑا نہ ملا۔ تو انہوں نے اپنا نطاق[1] کمر سے کھول کر دو ٹکڑے کئے، ایک سے ناشتہ دوسرے سے مشکیزے کا منہ باندھا۔ اس پہ دربارِ نبوت سے آپؐ کو ذات النطاقین کا لقب ملا۔ جو آج بھی باوجود عرصہ دراز گزر جانے کے زندہ ہے اور

---

[1] نطاق عربی زبان میں اس رومال کو کہتے ہیں جو عورتیں قمیص کے اوپر لپیٹ لیتی ہیں۔

حضرت اسماءؓ آج تک صفحاتِ تاریخ میں اسی نام سے یاد کی جاتی ہیں۔

ولادت

:۔ ہجرت سے ستائیس سال پہلے مکہ میں پیدا ہوئیں اس وقت ان کے والد بزرگوار ابوبکر الصدیقؓ کی عمر بیس سال سے کچھ زائد تھی۔

نکاح اور اسلام

:۔ حضرت زبیرؓ بن العوام سے ان کی شادی ہوئی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ حضرت اسماءؓ بڑی جلیل القدر صحابیہ تھیں۔ مکہ میں اسلام لائیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم سے شرفِ بیعت حاصل کیا۔ قبولِ اسلام میں ان کا شمار سابقون الاولون میں سے ہے کیونکہ یہ سترہ آدمیوں کے بعد مشرف باسلام ہوئیں۔

ہجرت اولاد اور عام حالات

:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جب مدینہ منورہ پہنچ گئے اور اطمینان حاصل ہوا تو مستورات کے بلانے کی تجویز پیش ہوئی۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے حضرت زید بن حارثہ اور اپنے غلام ابورافع کو مکہ بھیجا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے بھی اپنا ایک آدمی بھیج دیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبداللہ اپنی ماں اور دونوں بہنوں (حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ) کو لے کر مدینہ روانہ ہوئے۔ حضرت اسماءؓ جب مقام قبا میں پہنچیں تو عبداللہ ابن زبیرؓ کی ولادت ہوئی۔ حضرت اسماءؓ اپنے لختِ جگر

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائیں۔ آپؐ نے گود میں لیکر گھٹی پلائی اور دُعا سے سرفراز فرمایا۔ یہ پہلی ولادت باسعادت ہے جو ہجرت کے بعد اسلام میں ہوئی۔

حضرت اسماءؓ کے بطن مبارک سے حضرت زبیرؓ بن العوام کے پانچ صاحبزادے عبداللہ، عروہ، منذر، عاصم اور مہاجر اور تین صاحبزادیاں خدیجۃ الکبریٰ، ام الحسن، عائشہؓ پیدا ہوئیں یہ سب ان ہی کی یادگاریں ہیں۔

حضرت اسماءؓ نہایت متواضع اور منکسر المزاج تھیں۔ محنت و مشقّت میں آپ کو کوئی عار نہ تھا۔ چنانچہ حضرت اسماءؓ اپنے شوہر حضرت زبیرؓ کی بے بضاعتی، تنگدستی، اپنے اہم فرائض خانہ داری کی انجام دہی اور ذمّہ داریوں کی داستان اس طرح بیان کرتی ہیں:۔

"جب میری شادی ہوئی اس وقت حضرت زبیرؓ کے پاس مال نہ تھا نہ کوئی غلام، بے حد تنگدست و مفلس اور فقیر تھے۔ ایک گھوڑا اور ایک اونٹ تھا اور میں ہی ان کی خبر رکھتی تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے ایک قطعہ نخلستان کا حضرت زبیرؓ کو عطا فرما دیا تھا جو مدینہ سے تین فرسخ کے فاصلے پہ تھا وہاں سے روزانہ کھجور کی گٹھلیاں جمع کر کے روزانہ اپنے سر پہ اُٹھا کر گھر تک لاتی تھی اور پھر خود ہی دلتی اور گھوڑے کو کھلاتی۔ پانی بھرتی، ڈول کھینچتی اور گھر کا جو کچھ کام ہوتا وہ بھی میں ہی انجام دیتی۔ چونکہ مجھے روٹی پکانا اچھی نہیں آتی تھی اس لئے میں صرف آٹا گوندھ کر رکھ دیتی تھی۔ میرے گھر کے قریب انصار کی بیویاں رہتی تھیں (جو نہایت خلوص و محبّت رکھنے والی اور دوسروں کا کام کر کے

خوش ہونے والی عورتیں تھیں) وہ میری روٹیاں پکا دیا کرتی تھیں۔ روز مجھے اپنی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا ایک روز میں حسب معمول نخلستان سے کھجور کی گٹھلیاں اپنے سر پہ لا رہی تھی کہ راستے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلّم سے ملاقات ہوئی۔ آپؐ کی ہمرکابی میں اور صحابہ کرام تھے۔ آپؐ نے اپنے اونٹ کو بٹھایا تاکہ میں سوار ہو جاؤں لیکن میری شرم و حیا نے اجازت نہیں دی۔ جب آپؐ کو خیال ہُوا کہ شرم کی وجہ سے نہیں بیٹھتیں تو آپؐ تشریف لے گئے۔ میں اپنے گھر آئی اور یہ قصّہ اپنے شوہر زبیرؓ سے بیان کیا تو انہوں نے کہا خدا جانتا ہے کہ تمہارا سر پر گٹھلیاں لادنا میرے لئے آپؐ کے ساتھ بیٹھنے سے زیادہ سخت ہے۔ پھر کچھ عرصے کے بعد میرے باپ ابوبکرؓ نے میرے پاس ایک غلام بھیج دیا جس کی بدولت گھوڑے کی خدمت سے مجھ کو نجات مل گئی اور مصیبتوں سے قدرے چھٹکارا حاصل ہُوا۔

حضرت ابوبکر صدّیقؓ اسلام لائے تو اُس وقت ان کے پاس تقریباً ایک لاکھ درہم تھے لیکن چونکہ وہ تمام دولت مذہب و ملّت کی خاطر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کی امداد میں صرف کر چکے تھے اس لیے ہجرت کے وقت ان کے پاس صرف ڈیڑھ ہزار درہم رہ گئے تھے اور یہی رقم لے کر آپ مکّہ سے ہجرت کر کے چلے گئے اور بال بچوں کو اللہ کے بھروسے پر چھوڑ دیا۔ حضرت اسماءؓ جب اپنے والد کو رخصت کر کے گھر آئیں تو صبح کو ابو قحافہ (حضرت ابوبکرؓ کے والد جو ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے اور بہت ضعیف ہو گئے تھے اور آنکھوں کی بینائی بھی جاتی رہی تھی) ان کے گھر آئے اور بڑے رنج کے ساتھ کہنے لگے،

نہایت افسوس ہے کہ ابوبکر خود بھی چلے گئے اور سال مال بھی ساتھ لے گئے
حضرت اسماءؓ نے فوراً ان کی تسلی کے لئے ایک تھیلی میں کچھ کنکر بھر کر اسی طاق
میں رکھ دئے جس میں حضرت ابوبکرؓ کے درہم رکھے رہتے تھے اور ان سے
کہا دادا میاں! ابا نے تو ہمارے لئے بہت کچھ چھوڑا ہے اور ان کا ہاتھ لیجا
کر اُس طاق میں رکھ دیا۔ ابوقحافہ نے ٹٹولا تو سمجھے حقیقت میں مال موجود
ہے اور ان کے دل کو اطمینان ہوگیا۔

حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے صرف ان کی تسلی کے لئے ایسا کیا
تھا ورنہ درحقیقت گھر میں پائی بھی نہ تھی۔

حضرت اسماءؓ کی سخاوت

فیاضی اور سخاوت میں اپنی مثال آپ تھیں۔ اپنے بچوں کو ہمیشہ نصیحت
کیا کرتی تھیں کہ اپنا مال دوسروں کے کام نکالنے اور ان کی مدد کے لئے
آتا ہے نہ کہ جمع کرنے کے لئے۔ اگر تم اپنا مال خدا کی مخلوق میں خرچ نہ کرو
گے اور بخل کروگے تو خدا تعالیٰ بھی تم کو اپنے فضل وکرم سے محروم رکھے
گا، تم جو کچھ صدقہ کروگے یا خرچ کروگے دراصل وہی تمہارے لئے اچھا
ذخیرہ ہوگا۔ اور وہ ذخیرہ ایسا ہے جس میں کمی نہ ہوگی اور نہ جس کے ضائع
ہونے کا اندیشہ ہے۔

حضرت اسماءؓ جب بیمار ہوئیں تو غلاموں کو آزاد کردیتی تھیں۔
حضرت عائشہؓ نے وفات کے وقت ایک قطعہ زمین ترکہ میں چھوڑا تھا،
وہ حضرت اسماءؓ کے حصہ میں آیا۔ انہوں نے اسے ایک لاکھ درہم میں
فروخت کرکے وہ رقم اعزہ واقارب میں تقسیم کردی۔

باحیا عورت

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک جاہل عورت بڑی
بدزبان تھی۔ مردوں سے لڑتی جھگڑتی تھی اور بہت بے حیائی کی
باتیں کیا کرتی تھی۔ ایک روز وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے
گزری۔ جبکہ آپؐ کھانا تناول فرما رہے تھے۔ اُس نے عرض کی یارسول اللہ
مجھے بھی اپنے کھانے سے کچھ عطا فرمائیے۔ تاکہ میں آپ کا تبرک کھاؤں
لیکن یارسول اللہ آپ کے کھانے کا جو لقمہ آپ کے مُنہ میں ہو، وہ مجھے
دیجئے۔ چنانچہ حضورؐ نے اپنے منہ کا لقمہ نکال کر اُسے دیا، جسے وہ کھا گئی
جس کا اثر یہ ہُوا کہ اس عورت میں اتنی شرم وحیا پیدا ہوگئی کہ مرتے دم
تک پھر اُسے کسی سے لڑتے جھگڑتے یا بدزبانی نہیں دیکھا گیا۔

(حجۃ اللہ علی العالمین)

اس حکایت سے یہ **سبق** ملا کہ حضور صلی اللہ
علیہ وسلم کے لُعاب دہن شریف کی برکت ہے کہ آپؐ کے لعاب دہن
آمیز لُقمہ کھانے سے بے حیا عورت باحیا عورت بن گئی اور اس کی
ساری جہالت وبدزبانی دور ہوگئی۔ ایک آجکل کے بعض منحوس
لوگ ایسے بھی ہیں کہ کسی نومولود بچے کو اپنی انگلی سے شہد کی گھٹی بھی دیں
تو وہ بچہ بڑا ہوکر بدزبان اور بے حیا بن جاتا ہے۔ یہ بھی معلوم ہُوا کہ
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خُدام آپ کے مُنہ مبارک کی چیز کو انتہائی
شوق سے کھاتے تھے کیونکہ آپ سراپا نفاست وطہارت تھے۔

آجکل کا کوئی بڑے سے بڑا صاف ستھرا شخص بھی کیوں نہ ہو، اس کے منہ سے چیز کھانے کی گھن آتی ہے۔

جس سے کھاری کنوئیں شیرۂ جاں بنیں
اُس زلالِ حلاوت پہ لاکھوں سلام

ایک پردہ نشین عورت کے بال

ہارون الرشید کے زمانہ میں رُومیوں نے حملہ کیا۔ اور مسلمان عورتوں کو قید کر لیا۔ منصور بن عمّار نے لوگوں کو رومیوں کے خلاف جہاد پر آمادہ کرنے کی جدّوجہد شروع کر دی۔ ایک روز وہ ایک بہت بڑے مجمع میں تقریر کر رہے تھے کہ انہیں ایک شخص نے ایک لفافہ لا کر دیا۔ لفافہ کھولا گیا تو اُس میں بالوں کا ایک بڑا سا گچھّا تھا۔ ساتھ ہی ایک خط بھی لکھا تھا:۔

"میں ایک پردہ نشین عورت ہوں۔ رُومیوں نے جو کچھ مسلمان عورتوں کے ساتھ سلوک کیا ہے، میں اس سے واقف ہوں۔ میں اور تو کچھ نہیں کر سکتی، اپنے سر کے بال آپ کی خدمت میں پیش کر رہی ہوں۔ شاید کوئی غازی اپنا گھوڑا باندھنے کے کام میں لائے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ میری مغفرت کر دے۔"

عبداللہ بن خالق کہتے ہیں، جب یہ خط پڑھ کر سُنایا جا رہا تھا، زار و قطار رو رہا تھا۔ (تاج کراچی جنوری ۱۹۷۳ء)

اس حکایت سے **سبق** ملتا ہے کہ یہ بات تو تھی اُس زمانے کی پردہ نشین عورت کی لیکن آجکل کی ماڈرن عورت اپنے سر کے بال کٹا کر مغربی تہذیب کے حوالے کر دیتی ہیں۔

یہ بھی معلوم ہوا کہ پہلے دور کی مسلمان عورتیں پردہ نشین ہوتی تھیں۔ اور ان کے سروں پر لمبے لمبے بال ہوتے تھے اور آجکل کی بالا نشین عورتوں کے کٹے ہوئے چھوٹے بالوں سے تو ایک چُوہا بھی نہیں باندھا جا سکتا۔

ایک فاحشہ عورت اور حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے مبارک زمانہ میں ایک فاحشہ عورت ایک سجے ہوئے بالاخانہ پر رہتی تھی اور عیاش لوگ اُس کے پاس آکر راتیں گزارتے اور اپنا دین و دنیا برباد کرتے۔ ایک روز شام کے وقت حضرت بایزید خود اس کے دروازے پر جا بیٹھے۔ جو شخص بھی اُوپر جانے کے لئے آتا آپ کو دیکھ کر واپس چلا جاتا۔ جس کی وجہ سے اس کے پاس اس رات کوئی نہ آیا۔ اُس نے لونڈی سے اس کی وجہ پوچھی تو اُس نے بتایا کہ آج تمہارے دروازے پر بایزید بیٹھے ہوئے ہیں۔ جو بھی آتا ہے انہیں دیکھ کر پلٹ جاتا ہے۔ فاحشہ نے کہا۔ انہیں اُوپر بلا لو۔ وہ انہیں اُوپر لے آئی۔ فاحشہ نے کہا۔ جناب! کہاں میں اور کہاں آپ؟ آپ کا مجھ سے کیا کام ہے؟ فرمایا آج کی رات میں تیرے یہاں رہوں گا۔ بولی میری فیس دو سو اشرفیاں ہیں۔ آپ نے دو سو اشرفیاں جیب سے نکال کر دے دیں۔ اور فرمایا، اب

جو میں چاہوں تجھے کرنا ہوگا۔ اُس نے کہا منظور ہے۔ آپ اپنے کپڑوں کا جوڑا ساتھ لائے تھے۔ فرمایا، اپنے کپڑے اُتار کر یہ کپڑے پہن لو۔ اس نے پہن لئے۔ فرمایا، اب دو قدم آگے بڑھو۔ آگے بڑھی۔ تو آپ نے آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر کہا۔ الٰہی میں نے اس عورت کا ظاہر بدل کر نیک کر دیا ہے۔ اب اس کے باطن کو بدل کر تو نیک کر دے۔ پھر آپ نے فرمایا، میرے یہ کپڑے اتار دے۔ بولی معاذ اللہ! اب میری طبیعت وہ نہیں رہی۔ میں نے بارگاہِ الٰہی میں سچے دل سے توبہ کر لی ہے، مجھے فراق کے بعد وصال اور غضب کے بعد رضا مل گئی ہے۔ میرے لئے دُعا کرتے رہیئے۔ خدا مجھے استقامت دے۔ حضرت بایزید اُسے چھوڑ کر چلے گئے۔ لگلے سال اُسے کعبہ شریف کا طواف کرتے ہوئے دیکھا۔ (نزہتہ المجالس باب التوبہ)

اس سے یہ **سبق** حاصل ہوا کہ عورت کا معنی ہے قابلِ حجاب اور چھپانے کی چیز۔ عورت اگر عُریانی پسند اور عیّاشی کا باعث بن جائے تو ایسی عورت قوم کے لئے ننگ و عار ہے۔

یہ بھی معلوم ہُوا کہ اللہ والوں کے وجود سے لوگ برائیوں سے بچ جاتے ہیں اور ان کی نگاہِ کرم سے انسان کی کایا پلٹ جاتی ہے۔ اسی لئے شاعر نے لکھا ہے کہ ؎

نگاہِ ولی میں یہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

ایک نیک عورت کی آنکھیں

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے مکّہ معظّمہ میں ایک خاتون کو دیکھا جس کی آنکھیں نہایت خوبصورت تھیں۔ مکّہ شریف کی عورتیں انہیں دیکھنے کے لئے آتی تھیں۔ یہ حال دیکھ کر وہ نیک عورت رونے لگیں۔ ان سے کہا گیا کہ آپ اس قدر روئیں گی تو آنکھیں خراب ہو جائیں گی۔ فرمانے لگیں۔ اگر میرا شمار اہلِ جنّت میں ہے تو اللہ اس سے بہتر آنکھیں عطا فرما دے گا۔ اور اگر خدا نخواستہ جنّت کے لائق نہ ہوئی تو آنکھوں کو بھی سخت عذاب ہوگا۔ اتنا کہہ کر وہ خاتون پھر رونے لگی۔ اور زندگی بھر یہی کیفیّت رہی اور خوفِ خُدا سے رو رو کر ان کی آنکھیں بیکار ہو گئیں۔ (تاج کراچی جنوری ۱۹۷۳ء)

اس سے ہمیں یہ **سبق** ملا کہ اپنے ظاہری حسن و جمال پر ناز نہ کرنا چاہیئے بلکہ حسن و جمال عطا فرمانے والے کی یاد میں رہنا چاہیئے اور اپنی عاقبت کو پیشِ نظر رکھ خدا کی رحمت کی اُمیّد کے ساتھ ساتھ اس کے قہر و غضب سے ڈرتے بھی رہنا چاہیئے۔ خدا کے خوف سے اگر آنکھوں سے آنسو بہنے لگیں تو بقول رُومی ؎

ہر کجا آب رواں غنچہ بود
ہر کجا اشکے رواں رحمت شود

جہاں پانی جاری ہو وہاں پھُول کھِلتے ہیں اور جہاں خوفِ خدا سے آنکھوں سے آنسوؤں کا پانی جاری ہو وہاں رحمت کے پھُول

کھلتے ہیں۔ مگر افسوس کہ آجکل ان آنکھوں سے سینما، فلمیں اور غیر محرم عورتوں کا دیکھنے کا کام لیا جاتا ہے۔

دیندار خاتون

ابو جعفر سائح کہتے ہیں۔ ایک عورت بہت دیندار تھی۔ اور اس کے شب و روز یادِ خدا میں صرف ہوتے تھے وہ اپنے شوہر سے کہا کرتی۔ اٹھو کب تک نیند کے مزے لیتے رہو گے۔ خوابِ غفلت سے بیدار ہو جاؤ، یہ مدہوشی کب تک رہے گی۔ نیز یہ بھی کہتی آپ کو خدا کی قسم ہے، رزق حلال طریقے سے کمائیے، اپنی ماں کی خدمت کیجئے۔ رشتہ داروں کی خبر گیری کیجئے۔ ورنہ اللہ آپ سے ناراض ہو جائے گا۔ (بحوالہ تاج کراچی جنوری ۱۹۷۳ء)

اس سے **سبق** ملتا ہے کہ نیک اور پارسا عورت کے رات دن یادِ خدا میں صرف ہوتے ہیں اور وہ دوسروں کو بھی حتیٰ کہ اپنے شوہر کو بھی یادِ خداوندی کا درس دیتی ہے اور رزقِ حلال کا سبق دیتی ہے۔ ماں باپ کی خدمت پر بھی اُبھارتی اور رشتہ داروں سے بھی اچھا سلوک کرنے کا نمونہ پیش کرتی ہے۔ مگر افسوس آجکل کی فیشن ایبل عورت کو دن رات لہو و لعب اور ہا کی اور رات سینما بینی سے یادِ خدا کے لئے فرصت نہیں۔ ؎

دن لہو میں کھونا تجھے شب صبح تک سونا تجھے
شرم نبی خوفِ خدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

رفیقۂ جنّت

حضرت عبد الواحد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے تین رات یہ سوال کیا کہ اے اللہ! مجھے اس شخص کو دکھا دیجئے جو جنّت میں میرا رفیق ہو۔ ارشاد ہُوا، اے عبد الواحد! جنّت میں تیرا رفیق میمونہ سودا ہے۔ میں نے عرض کیا وہ کہاں ہے؟ ارشاد ہُوا کہ وہ کوفہ میں فلاں قبیلہ میں ہے۔ میں کوفہ میں اسی قبیلہ کے پتہ پر گیا اور لوگوں سے اس نام کی عورت کا پتہ پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ تو ایک مجنونہ عورت ہے بکریاں چرایا کرتی ہے۔ میں نے کہا میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔ کہا کہ فلاں جنگل میں چلے جاؤ۔ وہ وہاں ملے گی۔ میں اس جگہ پہنچا، دیکھا تو وہ کھڑی نماز پڑھ رہی ہے اور اس کے سامنے ایک عصا ہے اور ایک اُون کا کپڑا پہنے ہوئے ہے اور میں یہ دیکھ کر تعجب میں آگیا کہ بکریاں اور بھیڑیئے اکٹھے چر رہے ہیں نہ تو بھیڑیئے بکریوں کو کھاتے ہیں اور نہ بکریاں بھیڑیوں سے ڈرتی ہیں۔ جب اُس نے میرا آنا میری آہٹ سے معلوم کیا تو نماز کو مختصر کیا اور سلام پھیر کر کہا، اے ابنِ زید اس وقت چلے جاؤ یہ وقت وعدہ کا نہیں ہے۔ میں نے پوچھا تمہیں میرے نام کا کیسے پتہ چلا کہ میں ابن زید ہوں کہا کہ جس نے تجھے میرا پتہ بتایا۔ میں نے پھر پوچھا کہ ان بھیڑیوں اور بکریوں میں کب سے صلح ہوئی ہے۔ بولی جب سے میں نے اپنے مولا سے صلح کر لی ہے۔ (نزہۃ البساتین صـ۷)

اس سے یہ **سبق** حاصل ہوتا ہے کہ نیک اور پارسا عورت گویا جنّت کی حُور ہے اور وہ ہر وقت اللہ کی یاد میں رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیقِ عمل نصیب فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فیضِ مصطفےٰ دارالعلوم جامعہ کریمیہ

جس کی نسبت اوّل خداوند تعالیٰ وحدہٗ لاشریک کی ذات پاک سے ہے کیونکہ وہ کریم ہے۔

نسبتِ دوم نبی کریم رؤف رحیم رحمۃ للعالمین کی ذات پاک سے ہے اسلئے کہ حضورؐ بھی کریم ہیں۔

نسبت سوم پیر طریقت رہبر شریعت محبوب سبحانی شیر ربّانی حضرت میاں شیر محمد و پیر کامل حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی علیہما الرحمۃ کے خلیفہ اعظم حضرت میاں سیّد محمد اسمٰعیل شاہ رحمۃ اللہ علیہ کرماں والے کی ذات سے ہے۔

یہ دارالعلوم

جو کہ ۱۹۷۰ء سے قائم شدہ ہے جس میں علاقہ بھر کے طلباء کے علاوہ بیرونی طلباء بھی دینی تعلیم کے حصول کے لئے قیام پذیر ہیں جن کے کھانے، لباس، بستر اور تمام ضروریاتِ زندگی مدرسہ ہذا کے ذمہ ہیں۔ اس دارالعلوم میں سینکڑوں طلباء قرآن پاک حفظ و ناظرہ، ترجمہ قرآن مجید وغیرہ کی صبح و شام تعلیم

حاصل کرتے اور اس کی برکات سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

دارالعلوم ہذا میں قابل اساتذہ دن رات، دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

جامعہ ہذا میں مکتب سکیم کے تحت اُردو سکول بھی ہے جس میں دینی تعلیم کے طلباء بھی اُردو تعلیم حاصل کرتے ہیں اور علاقہ بھر کے غریب سینکڑوں کی تعداد میں مفت تعلیم حاصل کرتے ہیں تاکہ بچے اُردو تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم مثلاً نماز، قرآن مجید، کلمے، نمازِ جنازہ، ادب و احترام والدین، اُستاد اور حقوقِ رشتہ داراں و ہمسایاں سے باخبر ہوسکیں۔

اس سے ہی نصیحت حاصل کریں

حکایت: ایک شہزادہ اپنی رعایا میں سے ایک غریب لڑکی پر ایسا عاشق تھا کہ اس کے ہجر میں ہر وقت زاری کرتا۔ بادشاہ کو پتہ چلا تو نہایت رنجیدہ ہوا اس خیال سے کہ شہزادہ کل تخت نشین ہوکر بعالم خود مختاری اللہ جانے کیا کیا ظلم کرے گا چنانچہ وزیر باتدبیر کو مشورہ کے لئے بلایا کہ شاید شہزادہ کو کوئی نصیحت کرے اور وہ راہ راست پر آجائے۔ وزیر نے بادشاہ کو تسلی دی اور دو تین روز کی مہلت حاصل کی۔ ایک دو روز کے بعد تمام حالات متعلقہ سے واقفیت حاصل کرکے وزیر نے اپنی حکمت اور زر و زور سے لڑکی اور اسکے تمام کنبے کو اپنی ملازمت میں لے لیا اور لڑکی کو اپنی بیگم کی کنیزِ خاص مقرر کیا۔ دو دن گزرنے کے بعد وزیر نے ایک حکیم سے مشورہ کرکے لڑکی کے کھانے کو سخت اسہال آور دوائی ملادی جس کے بعد لڑکی کو کثرت سے اسہال آنے لگے تمام مادہ اندرونی خارج ہوگیا اور لڑکی مُردہ جیسی ہوگئی جب ہدایت اس کا تمام مادہ غلاظت ایک

ٹب میں جمع کرتے۔ بہے وزیر نے شہزادے کو رازدارانہ طریقہ پر بطور رہنمائی کہا ہے ساتھ چل کر اپنی محبوبہ سے ملاقات کرے۔ شہزادہ اس غیر متوقع ہمدردی سے خوش ہو کر وزیر کے محلات میں گیا۔ وزیر نے بیمار لڑکی کو شہزادے کے سامنے پیش کر دیا۔ شہزادہ نے رنجیدہ ہو کر کہا آپ میرے ساتھ مذاق کرتے ہیں جو ایسی مکروہ، بدشکل بیمار لڑکی کو میری محبوبہ بتلاتے ہیں۔ وزیر نے کہا! بیٹے یہ وہی لڑکی ہے جس کے ہجر میں آپ اتنے لاغر ہو رہے ہیں! کہا وہ تو نہایت حسین و جمیل تھی اس کا حسن و جمال کہاں گیا۔ وزیر نے ٹب بھرے غلاظت کی طرف اشارہ کیا اور کہا اس کا حسن و جمال اس ٹب میں بند کیا ہے۔ شہزادے نے متعجب ہو کر ٹب کو جو کھولا تو اس کی بدبو سے غشی طاری ہو گئی۔ ہوش آنے پر وزیر نے کہا اس حسن کی اصلیت یہی ہے جس پر آپ اس قدر فریفتہ تھے۔

شہزادہ اس تمام واقعہ کی حقیقت سے باخبر ہو کر آئندہ اس قسم کی بیجا اور ناجائز حسن پرستی سے تائب ہو گیا۔ حاصل یہ کہ! انسان کو چاہئے کہ حسنِ ظاہری پر فریفتہ نہ ہو کیونکہ اس کی اصل سراسر غلاظت کی پوٹ ہے۔

ھوالشافی ھوالشافی

خصوصی اطلاعات

روحانی اور جسمانی بیماریوں کی علاج گاہ

دواخانہ فیضِ مصطفٰے ﷺ

عرصہ دراز سے اُمّتِ مسلمہ کی بے لوث خدمت میں مصروف ہے۔ جسمانی اور روحانی بیماریوں کا علاج کلام پاک سے کیا جاتا

ہے نیز جڑی بوٹیوں سے بھی علاج کیا جاتا ہے۔

دینی طلباء اور غریب مریضوں کا علاج مفت کیا جاتا ہے۔

جادو۔ کالا علم۔ علم جفر وغیرہ کا توڑ کلام پاک سے کیا جاتا ہے۔ آپ بھی خدمت کا موقع دیں۔ یہ ضروری نہیں کہ دوا ہی دی جائے بعض اوقات مریضوں کو نسخہ لکھ کر دیا جاتا ہے تاکہ خود بنا کر استعمال کر سکیں اور صحت کاملہ حاصل کریں، اس کے بعد فقیر کے حق میں دعائے خیر کریں۔

(نوٹ) علاج کرنے کے لئے نماز پنجگانہ پر پابندی شرط ہے ورنہ شفا نہیں ہو گی۔

کون کہتا ہے کہ بیماری لاعلاج بھی ہوتی ہے

دنیا میں جس کسی کو بیماری لگتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس کا علاج بھی پیدا فرما دیا ہے گو بیماری کا نام ہو یا نہ ہو۔ کیونکہ ایسی بیماریاں اس زمانے میں بے شمار پائی جاتی ہیں جن کے نام سے بھی انسان کو خبر نہیں جس طرح حدیث پاک میں حضورؐ کا ارشاد ہے کہ بہت سی بیماریاں ایسی ہیں جن کا نام نہیں۔ اور آپ نے بے شمار ایسے مریض دیکھے ہوں گے جن کو ڈاکٹر اور حکیم تو جواب دے دیتے ہیں مگر کلام پاک کے اثر سے شفایاب ہو جاتے ہیں۔ الحمد للہ اس طرح کے کتنے مریض ہمارے پاس سے صحت یاب ہو چکے ہیں جن کا علاج کلام اللہ شریف سے کیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد

ہے وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَلَا يَزِيْدُ الظّٰلِمِيْنَ اِلَّا خَسَارًا ۝

"اور نازل کیا ہم نے قرآن مجید کو شفا اور رحمت مومنوں کے لئے اور ظالموں کے لئے خسارہ ہے۔

مرض اٹھرا

یہ مرض صرف عورتوں کا ہے مردوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں، یہ ایسا مرض ہے کہ عام حکیم اس کا علاج نہیں کر سکتے بلکہ اکثر حکماء اس مرض کے علاج سے بے بس ہیں۔ (۱) اس میں عورت کو بچہ پیدا ہوتا ہی نہیں۔ (۲) اگر حمل ہو جائے تو تین ماہ بعد ضائع ہو جاتا ہے۔ (۳) چھ ماہ بعد ضائع ہو جاتا ہے (۴) نو ماہ بعد بھی ضائع ہو جاتا ہے (۵) عورت کے رحم میں ہی بچہ مر جاتا ہے اور مر کر باہر آتا ہے۔ (۶) چالیس دن کے اندر (سوا ماہ) میں مر جاتا ہے۔ صرف بچیاں پیدا ہوتی ہیں۔ (۷) تین ماہ بعد بچہ مر جاتا ہے۔ ۶ ماہ بعد، سال بعد، تین سال بعد یہاں تک کہ اکتیس سال بعد بھی اٹھرا کی بیماری سے مر جاتا ہے۔ اور مرض اٹھرا کی ۸۰ قسمیں ہیں جو بیان نہیں کی جا سکتیں۔ اس کا فقیر کو پچیس سالہ تجربہ ہے۔

پانچ اتوار تعویز پینے کے لئے اور دو ماہ کی گولیاں خدا کے فضل سے مکمل علاج ہے۔ لیکن بے نماز عورتوں کا علاج کیا جاتا۔ اگر علاج کرانا مقصود ہو تو نماز کی پابندی ہمیشہ کے لئے شرط ہے۔

مرض سوکڑہ

بچے کا سوکھ جانا۔ یہ مرض بھی عام طور پر پایا جاتا ہے۔ اس سے بچہ سوکھ سوکھ کر ہڈیوں کا پنجرہ بن جاتا ہے اس مرض کو جلد ہی پکڑ لینا چاہیے۔ مرض بڑھ جانے کی صورت میں مریض پر کنٹرول کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اگر خدا نخواستہ مرض دق تک پہنچ جائے تو زندگی خطرے میں پڑ جاتی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ تو پتھر میں بھی جان ڈال سکتا ہے۔ اور میرا یہ چشم دید واقعہ ہے کہ جس مریض کے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی اُن کا علاج میں نے کیا ہے اب وہ خدا کے فضل و کرم سے جوان ہیں۔ اسی لئے دانا لوگ بچوں کو اکثر چیک کراتے رہتے ہیں تاکہ بچے کی حفاظت رہے۔

نوٹ: بچے کے علاج پر ماں باپ کا نمازی ہونا ضروری ہے۔

مرض بواسیر

یہ ایک ایسا مہلک مرض ہے کہ اس کا علاج از حد مشکل ہے۔ اکثر حکماء کے پاس اس کا علاج نہیں۔ یہ مرض دو قسم کی ہوتی ہے۔ بعض نے چار قسمیں لکھی ہیں۔ بہر صورت مرض بہت ہی خطرناک ہے اس کا علاج جڑی بوٹیوں سے بڑی آسانی سے کیا جاتا ہے جس سے مریض چند دنوں میں ہمیشہ کے لئے سکون حاصل کر سکتا ہے۔ یہ مرض اکثر جدی بھی ہوتا ہے لیکن علاج کرنے سے کیسی بھی مرض ہو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے مریض شفایاب ہو جاتا ہے۔

نوٹ :- بے نماز مریضوں کا علاج نہیں کیا جاتا۔ علاج کروانے کے لئے پابندیٔ نماز شرط ہوگی۔

موٹاپا

یہ مرض ایسی مہلک ہے کہ اس سے انسان مرد ہو یا عورت ہر وقت پریشان رہتا ہے۔ خاص کر گرمیوں کے موسم میں بیحد تکلیف رہتی ہے۔ سانس کا پھولنا، دل کا گھبرانا، پسینے کا حد سے زیادہ آنا، پیٹ کا زیادہ آگے بڑھ جانا، تھوڑا بہت سفر کرنے سے تھک جانا۔ بلکہ بعض لوگ تو سفر کے قابل ہی نہیں رہتے۔ جہاں سے موٹا آدمی گزرتا ہے لوگ ہنسی اڑاتے ہیں۔ ویسے بھی موٹاپا انسان کے حسن وجمال پر ایک دھبہ ہے۔ حسین سے حسین انسان بھی اپنے آپ سے شرمندہ ہو کر رہ جاتا ہے اور اس مرض مہلک سے انسان کے جسم میں اکثر مختلف اعضاء میں درد بن رہتی ہیں۔ اس موٹاپے کے مرض سے حکماء نے لکھا ہے کہ ایک سو دس بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں اس کا مکمل علاج ہوتا ہے۔ ہزاروں مریض صحت یاب ہو رہے ہیں۔

نوٹ :- اس کیلئے بھی نماز پڑھنی شرط ہوگی۔